قرآن مجید — کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ — سورۂ رحمٰن

کہتے ہیں خود آج ہم کہانی اپنی — کل اور کوئی بیان کرے گا اس کو

الحاج خواجہ غلام الحسنین پانی پتی

کی

خودنوشت سوانح عمری

تاریخی نام

ایک خادمِ اسلام کی کافی سرگزشت

(مرتبہ ۱۹۳۶ء)

مُصنّف نے انجمن وظیفہ سادات و مومنین کی خاص فرمائش پر یہ سوانح عمری مُرتب کی جو انجمن موصوف کی سالانہ رپورٹ (سلور جوبلی نمبر) میں بطور ضمیمہ درج ہوئی اور اب جداگانہ طور پر شائع کی جاتی ہے

ستمبر ۱۹۳۷ء

فہرست مضامین خود نوشت سوانح عمری خواجہ غلام الحسنین پانی پتی

باب اوّل خاندان اور سلسلۂ نسب

باب دوم تعلیم و تربیت اور مطالعہ

باب سوم ملازمت اور پنجاہ سالہ خدمات

باب چہارم تصنیفات و تالیفات

باب پنجم مواعظ و تقریرات

فصل اول تقریرات کے مقامات اور اُن کی نوعیت

فصل دوم اثر تقریرات

فصل سوم۔ چند دیگر پبلک تقریریں اور اُن کا اثر

باب ششم۔ مناظرات، مخاطبات، مکالمات اور بیانات

فصل اول تقریری مناظرات وغیرہ

(بقیہ فہرست برسر ورق صفحہ ۳)

عالیجناب الحاج مولٰنا خواجہ غلام الحسنین صاحب پانی پتی کی خود نوشت سوانح عمری

جناب مولٰنا مولوی خواجہ غلام الحسنین صاحب فاضل پانی پتی کی ذات شیعی دنیا میں محتاج تعارف نہیں۔ آپ پانی پت کے مشہور و معروف خاندان انصار سے ہیں۔ ایک مبلغ ہیں اور خدمت اسلام کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دے رکھا ہے۔ مولٰنائے ممدوح فلسفۂ تعلیم کے بڑے ماہر اور فن تعلیم کے اُستاد ہیں۔ مذہبی اور تبلیغی خدمات کے لئے آپ نے اپنے قلم اور زبان کو وقف کر دیا ہے اور اس پیرانہ سالی میں بھی ایک جوانمرد مجاہد کا کام کر رہے ہیں جس پر آپ کی بیشمار تقریریں اور تحریریں شاہد ہیں۔ آپ فلسفہ اسلام۔ معارف قرآن اور علمی مضامین کو سادہ سے سادہ زبان میں ادا فرماتے ہیں۔ آپ نے علوم مشرقیہ و مغربیہ کے ساتھ ساتھ غیر اسلامی مذاہب کا بھی مطالعہ فرمایا ہے۔ آپ کے بیانات بلا لحاظ فرقہ تمام مسلمانوں کے لئے یکساں دلچسپ اور مفید ہیں جن کو ہندو۔ آریہ جین عیسائی وغیرہ بھی بڑے انہماک و شوق سے سُنتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ مولٰنا قبلہ کے محققانہ وعظوں۔ لیکچروں مباحثوں اور مناظروں نے قرآن اور اسلام کی عظمت کا سکہ منکروں کے قلوب پر بٹھا دیا ہے۔

جو خصوصیات آپ کی تقریرات میں ہیں وہی آپ کی تحریرات میں بھی پائی جاتی ہیں۔ آپ کی تصنیفات نے آریوں۔ دہریوں۔ بہائیوں اور عیسائیوں پر حجت تمام کر دی ہے اور آج تک کسی ملحد منکر اور مخالف کو آپ کے لاجواب دلائل کی تردید کا حوصلہ نہیں ہوا۔ ہندوستان اور عراق کے مشہور ترین علماء و مجتہدین نے بھی آپ کی ٹھوس اور گرانقدر خدمات کی تصدیق بہترین الفاظ میں کی ہے۔

خواجہ صاحب قبلہ نہایت خلوص اور خاموشی سے صرف خداوند عالم کے بھروسہ پر آنریری مسلم مشنری کا کام پچاس سال سے انجام دے رہے ہیں اور اپنی مختلف تصنیفات کی ہزاروں جلدیں چھپوا کر مفت تقسیم کر چکے ہیں۔ جو کام قوم کی مجموعی طاقت اور اُمرا کی مالی اعانت سے ہونا چاہیئے تھا وہ خدا کے فضل سے آپ تنہا انجام دے رہے ہیں۔

جناب مولٰنا کی مندرجہ بالا خدمات اِس امر کی محرک ہوئیں کہ میں آپ کے حالات زندگی کو جو ابتک تاریکی میں پڑے ہوئے تھے جوبلی نمبر میں درج کروں۔ میں نے آپ سے درخواست کی کہ اپنے حالات زندگی مفصل طور پر تحریر فرمائیں لیکن مولانا قبلہ کی تصنیف و تالیف کی مصروفیتیں مانع رہیں اور آپ نے انکار فرما دیا۔ لیکن جب میں پنجاب کے دورہ کے سلسلہ میں پانی پت پہنچا تو میرے اصرار پر آپ نے میری درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور اپنی سوانح عمری مرتب کر کے روانہ فرمائی جس کو میں بغیر کسی کمی اور قطع و برید کے آپ ہی کے الفاظ میں درج کرتا ہوں حقیقت یہ ہے کہ خواجہ صاحب نے اپنے پچاس سالہ کارناموں کو نہایت سادگی اور دلچسپ پیرایہ میں تحریر فرمایا ہے۔

قوم کے نوجوانوں سے میری درخواست ہے کہ وہ جناب مولٰنا کے حالات زندگی کو بغور مطالعہ کر کے اپنی زندگی کو حتی الامکان تبلیغی زندگی بنانے کی کوشش کریں۔ آپ کے حالات زندگی جسقدر سبق آموز ہیں اسی قدر دلچسپ بھی ہیں۔ مولانائے ممدوح نے جو گرانقدر عطیہ سلور جوبلی نمبر کی اشاعت کے لئے مرحمت فرمایا ہے میں اس کا بھی شکر گزار ہوں۔

(اعجاز جارچوی)

باب اول

خاندان اور سلسلۂ نسب

فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مرا　　بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

ا۔ ولادت اور خاندان

راقم آثم خاکسار خواجہ غلام الحسنین ولد خواجہ غلام عباس ابن خواجہ اظہر علی ابن خواجہ اکبر علی انصاری کی ولادت دسمبر ۱۸۶۳ء کے قریب بمقام قصبہ پانی پت جو دہلی سے جانب شمال پچپن میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے۔ واقع ہوئی۔ اس قصبہ میں

نو برس سے قوم انصار کی ایک شاخ جس سے راقم کو تعلق ہے
ہے۔ یہ لوگ ایوبی انصاری یعنی حضرت ابوایوب انصاری
صحابئ رسول کی اولاد میں ہیں۔

وب انصاریؓ

جب آنحضرت (صلے اللہ علیہ و آلہ سلم)
وارد مدینہ ہوئے تو جو لوگ مکۂ معظمہ سے آپ کے ساتھ
ین کہلائے اور اہل مدینہ جو آپ کے مددگار ہوئے انصار
موسوم ہوئے۔ جماعت انصار میں شامل ہونے کے علاوہ
ابوایوبؓ کو ایک خاص شرف یہ بھی حاصل ہوا کہ جب آنحضرتؐ
ئے تو انصار میں سے ہر شخص کی دلی خواہش تھی کہ آپ
میں قیام فرمائیں۔ آنحضرتؐ نے اپنی اونٹنی کی مہار ڈھیلی
فرمایا کہ یہ خدا کی طرف سے مامور ہے جہاں یہ بیٹھ جائے گی
ہوگا۔ خدا کی قدرت! اونٹنی ابوایوبؓ کے مکان کے سامنے
حضور سرورِ عالم ایک مدت تک ابوایوب ہی کے مکان
ن کو آنحضرتؐ کی میزبانی کی عزت بھی حاصل ہوئی ۱۳۵۳ھ
۱۹ء میں جبکہ میں حج سے مشرف ہوا تو مسجد نبوی کے بالکل قریب
مکان دیکھا جس کے دروازہ پر منزل ابوایوب لکھا ہوا تھا
ان سعودی حکومت کے قبضہ میں ہے۔

ب رضؓ کے کارنامے

حضرت ابوایوبؓ جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ (علیہ السلام) کے
میں بھی تھے اور آپ کے زمانۂ خلافت میں مدینہ کے گورنر
نگ صفین و نہروان میں نفس رسول کی حمایت و نصرت میں
نمایاں اُن سے ظہور میں آئے وہ صفحات تاریخ پر یادگار
نکا مزار قسطنطنیہ میں مشہور زیارت گاہ ہے اور سلاطین
اجپوشی تبرکاً اسی مزار پر ادا ہوتی تھی حضرت ابوایوب کا
میں اسی سال کی عمر میں ہوا۔

عبداللہ انصاری پیر ہرات

شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری معروف بہ پیر
م نامی ہندوستان کے اہل علم میں بہت مشہور اور
افغانستان و خراسان و ایران میں بچہ بچہ کی زبان پر ہے اسی خاندان
کے ایک سربر آوردہ بزرگ ہوئے ہیں۔ خواجہ موصوف صاحبِ
تصانیف ہیں اور اُن کی تصانیف بالخصوص اہل تصوف کے لئے
مایۂ ناز ہیں انکا انتقال ۹ ربیع الاول ۴۸۱ھ کو پچاسی سال کی
عمر میں ہوا۔

۵ خواجہ ملک علی انصاری کا ہندوستان آنا

ساتویں صدی
ہجری اور تیرھویں صدی عیسوی میں بعہد سلطان غیاث الدین بلبن خواجہ
عبداللہ انصاری کی اولاد میں سے۔ ایک بزرگ خواجہ ملک علی نام جو
بلحاظ علم و فضل و زہد و تقویٰ اپنے ہمعصروں میں ممتاز تھے۔ ہرات سے
ہندوستان میں آئے جنکا سلسلۂ نسب چھبیس واسطہ سے حضرت
ابوایوبؓ انصاری تک اٹھارہ واسطے سے شیخ الاسلام تک اور دس
واسطہ سے ملک محمد شاہ آنجو ملقب بہ آق خواجہ تک جو غزنوی دور میں
فارس و کرمان و عراق عجم کا فرمانروا تھا پہنچتا ہے۔

۶ بلبن کی قدردانی

چونکہ غیاث الدین بلبن اس بات میں نہایت
مشہور تھا کہ قدیم اشراف خاندانوں کی بہت
عزت کرتا ہے اور اسکا بیٹا شاہزادہ محمد علماٗ شعرا اور دیگر اہل کمال کا حد سے
زیادہ قدردان تھا اس لئے اکثر اہل علم اور عالی خاندان لوگ ایران و ترکستان
وغیرہ سے ہندوستان کا قصد کرتے تھے اسی شہرت نے خواجہ ملک علی
کو سفر ہندوستان پر آمادہ کیا چنانچہ سلطان غیاث الدین نے چند عمدہ
اور سیر حاصل دیہات پرگنۂ پانی پت میں اور معتدبہ اراضی سواد قصبہ پانی پت
میں بطور مدد معاش اور بہت سی زمین اندرون آبادی قصبہ پانی پت
بغرض سکونت عنایت کی اور منصب قضا و صدارت و تشخیص نرخ بازار
اور تولیت مزارات بزرگان دین جو سواد پانی پت میں واقع ہیں اور
خطابت عیدین اُن سے متعلق کردی۔ فرمان شاہی میں یہ بھی لکھا گیا تھا
کہ یہ اراضی بطور معافی دوامی عطا کی جاتی ہے۔ یعنی جب تک خواجہ
ملک علی کی اولاد میں سے کوئی متنفس باقی رہے اس وقت تک
یہ معافی برقرار رہے۔ چنانچہ باوجود بہت سے انقلابات کے
جو سلطنت دہلی میں رونما ہوئے وہ معافی ابتک قائم ہے۔

خواجہ ملک علی کا انتقال ۷۱۸ھ میں ہوا۔

۷ شاہ ابو اسحاق انجو خاندان ابوایوبؓ کے بعض لوگ ایران میں آکر آباد ہوئے شاہ ابو اسحاق انجو۔ ممدوح خواجہ حافظ جو فارس کا ایک سخی و عادل بادشاہ تھا اسی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ شاہ موصوف کی مدح میں خواجہ حافظ نے لکھا ہے ؎

جمال چہرۂ اسلام۔ شیخ ابو اسحاق
کہ ملک از قدمش زیب بوستاں گیرد

اور دوسری جگہ لکھا ہے :-

بروز کاف و الف از جمادی الاول ... و دگر بود و جا علی الاطلاق
خدائیگان سلاطین مشرق و مغرب ؛ خدیو کشور لطف و کرم باستحقاق
سپہر علم و حیا آفتاب جاہ و جلال ؛ جمال دنیا و دیں شاہ شیخ ابو اسحاق
گذاشت عرصۂ میدان خود بہ تیغ عدم ؛ نہاد بر دل احباب خویش داغ فراق

پہلے شعر سے تاریخ و سنہ وفات نکلتا ہے۔ یعنی ۲۱ جمادی الاول ۷۵۸ھ شاہ ممدوح کی سلطنت صرف چودہ سال رہی اور اس کے بعد ہی ختم ہو گئی جس کی طرف خواجہ حافظ نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے

راستی خاتم فیروزۂ بواسحاقی
خوش درخشید ولے دولت مستعجل بود

۸ نسب پدری و مادری پانی پت میں جو ایک محلہ انصاریوں کا ابتک موجود ہے وہ خواجہ ملک علی ہی کی اولاد سے منسوب ہے میں والد کی طرف سے اسی شاخ انصار سے تعلق رکھتا ہوں یعنی میرا پدری سلسلۂ نسب حضرت ابو ایوب انصاریؓ تک پہنچتا ہے اور میری والدہ جعفری سادات کے ایک معزز گھرانے کی بیٹی تھیں جو یہاں سادات شہدا پور کے نام سے مشہور ہیں یعنی والدہ کی طرف سے بوساطت حضرت امام جعفر صادق (علیہ السلام) میرا سلسلۂ نسب خود پیغمبر اسلام (علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام) تک پہنچتا ہے اگر خدا تعالےٰ قبول فرمالے تو یہ نسبت میری نجات کے کافی ہو سکتی ہے۔

باب دوم تعلیم و تربیت اور مد

فَالنَّاسُ مَوْتٰی وَاَهْلُ الْعِلْمِ اَ... فَقُمْ بِعِلْمٍ وَلَا تَبْغِیْ بِهٖ بَدَلًا

۹ تعلیم و تربیت بارہ سال کی عمر تک پانی پت میں اس عرصہ میں قرآن مجید ختم کیا۔ فارسی کی ابتدائی کتابیں اور گلستان و سعدی کا انتخاب پڑھا۔ فارسی انشاپردازی کی کسی قدر تعلیم اپنے سید محمد حسین صاحب مرحوم سے حاصل کی جو فارسی کے اچھے ادیب اور درسیات میں طولیٰ رکھتے تھے اور خط شکستہ کے عمدہ خوشنویس عربی صرف و نحو کی درسی کتابیں ہدایت النحو تک اور فقہ میں فارسی چند ابتدائی رسالے مولوی شیخ احمد علی صاحب مرحوم ساکن موضع ضلع کرنال سے پڑھے جو لکھنؤ کے فارغ التحصیل سند یافتہ اور کے عمدہ ماہر تھے۔ اس کے علاوہ مقامی ورنیکلر مڈل سکول کی جماعت کا امتحان پاس کیا۔

۱۰۔ امرتسر میں آٹھ ماہ ۱۸۸۱ء کے قریب امر بھیجا گیا جہاں اپنے پھوپھا مولنا حاجی خواجہ ابراہیم حسین صاحب سے جو معقول و منقول کے بڑے فاضل اور جناب سلطان العلما صاحب قبلہ مجتہد لکھنؤ کے ارشد تلامذہ میں سے اور خوش بیان بھی تھے۔ ادب عربی کی کچھ ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ منطق میں قال اقول اور شرح تہذیب تمام کی اور مولوی سید احمد کبیر صاحب موضع بھنیڑہ (ضلع بجنور) سے پرائیویٹ طور پر کسی قدر انگریزی گورنمنٹ ہائی اسکول امرتسر سے تین چار مہینے میں جماعت کا امتحان دیکر جماعت پنجم میں ترقی حاصل کی۔ مولنا ممدوح نے میں قطبی اور نحو میں شرح ملا جامی شروع کرائی مگر چند ہی سبق پایا تھا کہ پانی پت واپس آنا پڑا۔ یہ سب آٹھ مہینے کی تعلیم تھی

۱۱۔ دہلی میں پانچ سال اسکے بعد مجھے مولنا حالی کی خدمت دہلی بھیجا گیا۔ اینگلو عربک سکول دہلی سے جماعت پنجم پاس کر

بعد وظیفہ مل گیا اور ڈبل ترقی کرکے اینگلو ورنیکولر مڈل کا امتحان تین سال کی جگہ دو سال میں پاس کیا اور ہائی سکول سکالرشپ حاصل کرکے گورنمنٹ ہائی سکول دہلی میں داخل ہوا اور دو سال تعلیم پاکر سنہ ۱۸۹۶ء میں اٹھارہ سال کی عمر میں انٹرنس پاس کیا۔ فارسی اور عربی کی تعلیم اینگلو عربک سکول میں مولنا حالی ہی سے حاصل کی جو وہاں السنۂ مشرقیہ کے معلم اوّل تھے۔ انہی دنوں میں مولنا کچھ مدت تک قطبی کا درس بھی پرائیویٹ طور پر دیتے رہے جو زیادہ عرصہ تک جاری نہ رہ سکا۔ یہ ہے میری انگریزی۔ ریاضی۔ فارسی۔ عربی۔ وغیرہ کی تعلیم کی انتہا جو اٹھارہ سال کی عمر تک حاصل ہوئی۔

۱۲۔ زمانۂ ملازمت میں امتحانات

سنہ ۱۹۰۰ء میں گورنمنٹ سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور سے امتحان جے۔ اے۔ وی درجۂ اول میں پاس کیا۔ سنہ ۱۹۰۸ء میں فارسی زبان دانی اور علم ادب کا اعلیٰ ترین امتحان یعنی آنرز (Honors) درجۂ اوّل میں اور اُردو زبان دانی اور علم ادب کا سب سے بڑا امتحان بھی سنہ ۱۹۰۹ء میں اوّل درجہ میں پاس کیا۔

۱۳۔ عام مطالعہ

مجھے مطالعہ کا شوق ہمیشہ رہا۔ ادب عربی کی کتابیں حماسہ۔ متنبی۔ معلقات وغیرہ کے بعض حصے لغات و شرح کی مدد سے حل کیئے۔ فارسی درسیات کی خاص کتابوں سہ نثر ظہوری وقائع نعمت خان عالی۔ ابوالفضل۔ اخلاق جلالی وغیرہ کا مطالعہ کیا اور بعض کتابوں کا درس بھی دیا۔ انگریزی میں عموماً فلسفۂ مذہب اور فلسفۂ تعلیم و طریقۂ تعلیم کی کتابیں زیر مطالعہ رہیں۔

۱۴۔ اسلام اور غیر مذاہب کا مطالعہ

مذہب اسلام کے ساتھ غیر اسلامی مذاہب کا مطالعہ بھی جاری رہا بائیبل کے ضروری مقامات کا مطالعہ اُردو انگریزی فارسی اور عربی زبانوں میں کیا اور عیسائی مذہب کے متعلق اور بھی کتابیں پڑھیں۔ آریہ دھرم کی تحقیق کا شوق سنہ ۱۸۹۰ء ہی میں پیدا ہو گیا تھا اور اس دھرم کے متعلق انگریزی اور اُردو میں جسقدر بھی لٹریچر بہم پہنچ سکا بنظر تنقید دیکھا۔ پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کی کل تصانیف اور سوامی دیانند کی بعض کتابوں خصوصاً ستیارتھ پرکاش اور رگوید آدی بھاشیہ بھومکا (تمہید تفسیر وید) کے ترجموں کو غور سے پڑھا۔ ویدوں کے تراجم بھی پیش نظر رہے۔ سوامی جی کی بعض تحریریں کو کبھی کبھی اصل ہندی میں بھی پڑھنے کا اتفاق ہوا جس کی وجہ سے ہندی زبان اور ہندی رسم الخط اور سوامی جی کے طرز تحریر سے فی الجملہ مناسبت اور واقفیت پیدا ہو گئی۔

۱۵۔ خاندانی و بزرگوں سے استفادہ

میری ملازمت کا تقریباً تمام زمانہ پانی پت میں گزرا اور خوش قسمتی سے مولانا الحاج خواجہ ابراہیم حسین اور مولنا حالی بھی اُس زمانہ میں اپنی اپنی ملازمت سے سبکدوش ہو کر پانی پت میں مقیم تھے۔ چنانچہ جب تک دونوں بزرگ زندہ رہے اُن سے علمی و دینی فیض برابر حاصل کرتا رہا۔ مولنا ابراہیم حسین کا انتقال سنہ ۱۹۰۹ء میں اور مولنا حالی کا انتقال سنہ ۱۹۱۴ء میں ہوا۔

۱۶۔ قرآن مجید کا ذوق والد مرحوم کا اثر اور علامۂ ہروی کا فیض

میرا سب سے دلچسپ مشغلہ قرآن مجید کا مطالعہ ہے جس کے مضامین میرے والد خواجہ غلام عباس مرحوم بچپن ہی سے میرے اور میرے بھائی بہنوں کے کان میں ڈالتے رہتے تھے۔ گھر میں ہر وقت دینی گفتگو اور قال اللہ اور قال الرسول کے تذکرے رہتے تھے۔ دینداری کی ترغیب اور لغویات سے اجتناب کا عملی درس ہر وقت ملتا تھا۔ جس سے اُن کی اولاد نے کافی فائدہ اُٹھایا۔ اُن کی سادہ معاشرت ہمارے لئے بہت اچھا نمونہ تھا وہ محنت کے عادی تھے۔ مسلمانوں کو کام سے لگانے اور مل جل کر تجارت کرنے کا عملی نمونہ پانی پت میں سب سے پہلے انھوں نے پیش کیا اور ایک کپڑے کی دوکان بڑے پیمانہ پر کھلوائی۔ میرے منجھلے بھائی خواجہ غلام الثقلین مرحوم نے اصلاح تمدن و معاشرت کے جو خیالات عصر جدید کے ذریعہ سے ملک میں پھیلائے وہ والد مرحوم ہی کے خیالات کا پرتو تھا۔ میرے چھوٹے بھائی خواجہ غلام السبطین سلمہ اللہ نے کاروبار کو محنت اور دیانت سے انجام

دینے کا سبق ان ہی مرحوم سے سیکھا ہے۔ خاکسار کو بھی دینی و قرآنی ذوق والد مرحوم ہی سے بطور ارث پہنچا ہے۔

اس کے علاوہ ۱۹۰۸ء سے ۱۹۲۲ء تک علامہ ہروی حضرت مولانا شیخ عبد العلی صاحب اعلی اللہ مقامہ کے حکیمانہ مواعظ قرآنی سے وقتاً فوقتاً فیض یاب ہوا اور اُن کے بہت سے مواعظ کی ترجمانی کی عزت بھی حاصل ہوئی۔ ان وجوہ سے میرے قرآنی ذوق میں روز بروز ترقی ہوتی رہی۔ علامۂ ممدوح قرآن مجید اور فلسفۂ اسلام کے بے مثل عالم تھے مولانا حالی نے اُن کے مواعظ کے متعلق فرمایا تھا کہ میں نے مدت العمر میں کبھی ایسے وعظ نہیں سنے تھے۔ حضرت علامہ سے اکثر اہل ذوق اور اہل علم نے علمی اور روحانی فیض حاصل کیا۔ میرے خیال میں سب سے زیادہ فیض خواجہ غلام الثقلین مرحوم اور مولانا سید محمد سبطین فاضل سرسوی (سلمہ اللہ) نے حاصل کیا۔ جن کے مواعظ میں ہو بہو حضرت شیخ کا رنگ ہی۔ قصہ مختصر اہل کمال کی خدمت سے فائدہ اٹھانیکا کوئی موقع میں نے ہاتھ سے نہیں دیا۔ اور بقدر اپنے ظرف اور حوصلہ کے کچھ نہ کچھ حاصل کیا ؏

تمتع ز ہر گوشۂ یافتم ٭ ز ہر خرمنے خوشۂ یافتم

بالفاظ دیگر میں عمر بھر طالب علم رہا اور آج تک طالب علم ہوں۔

باب سوم ۔ ملازمت اور پنجاہ سالہ خدمات

ایکہ دستت میرسد کاری بکن ٭ پیش ازان کز تو نیاید ہیچ کار

۱۷۔ ملازمت اختیار کرنے کی وجہ

میں اپنی آئندہ تعلیم جاری رکھنے کا بہت خواہشمند تھا مگر اپنے والد کے بار کو کسی قدر ہلکا کرنے کے خیال سے ملازمت اختیار کی کیونکہ اُن کی سات اولادوں میں سب سے بڑا میں تھا اور چھ بھائی بہن زیر تعلیم تھے۔ زرعی جائداد کی آمدنی ناکافی تھی اور اُن کے حوصلہ کے مطابق تمام مصارف کو پورا نہیں کر سکتی تھی لہذا میں نے اپنے تعلیمی مصارف کا بارِ مزید اُن پر ڈالنے کی بجائے یہی مناسب سمجھا کہ اُن کی کچھ مالی خدمت بجا لاؤں۔ میں آگے انگریزی تعلیم حاصل نہ کر سکا میرے دونوں بھائی فارغ التحصیل (گریجویٹ) ہوئے۔

۱۸۔ ابتدائی ملازمت دفتری محرری

اکتوبر ۱۸۸۶ء کرنال میں ؟ ہوا دو تین مہینے کے بعد مسٹر ڈرمنڈ (DRUMMOND) ڈپٹی کمشنر کی پیشی میں پندرہ روپیہ کی ایک اسامی مل گئی جسپر دس م[illegible] کیا صاحب نے بوقت رخصت بغیر میری درخواست کے حسن کا سرٹیفکیٹ عنایت کیا۔

۱۹۔ پانی پت کی مدرسی

دفتری نوکری مجھے پسند نہیں کوشش کرکے نومبر ۱۸۸۷ء میونسپل بورڈ سکول پانی پت کی سکنڈ ماسٹری پر تبدیلی کرا[ئی] تنخواہ اس وقت پچیس ۲۵ روپیہ تھی میرے وطن میں آجانے کی بھائی بہنوں کی تعلیم میں بہت آسانی پیدا ہوگئی۔ میں دوران ملا[زمت] میں دس مہینے کے لئے ٹریننگ کالج لاہور میں داخل ہوا اور [1]میں تعلیم سے فارغ ہوکر اپنی ملازمت پر واپس ہوا۔

۲۰۔ کرنال کی تبدیلی

اس کے بعد ہائی سکول کرنال [کو تبدیلی] ہوگئی جہاں ۱۰ مئی ۱۸۹۳ء سے ۱۸۹۵ء تک دو سال رہنا ہوا۔ پھر خود کوشش کرکے اپ[نی جگہ] پر واپس آگیا۔

۲۱۔ صوبہ گلبرگہ کی انسپکٹری

اس کے بعد رخصت کرکے ڈھائی سال سے زیادہ صوبہ گلبرگہ میں اپنے بھائی خواجہ [...] (مرحوم) کی جگہ صدر مہتمم تعلیمات (انسپکٹر مدارس) رہا اور قایم مقا[می کی] مدت پوری کرکے وطن واپس آیا اور ہربرٹ سپنسر (HERBERT SPENCER) کی کتاب ایجوکیشن کے ترجمہ کو جو گلبرگہ ہی میں شرو[ع کیا تھا] مکمل کیا اور مارچ ۱۹۰۲ء میں اپنی اسامی کا چارج لے لیا جو[...] دو سو پچاس روپیہ ماہوار سکہ حالی ملتے تھے۔

۲۲۔ میونسپل کمیٹی پانی پت کی سکرٹری شپ

۱۲ مئی

۹ رمئی ۱۹۰۹ء تک میونسپل کمیٹی پانی پت کا سکرٹری رہا اور نئے اکاؤنٹ کوڈ (قانون حسابات) کے مطابق کمیٹی کی تنظیم کی۔
اس ملازمت میں مطالعہ کی فرصت کم ملتی تھی اس لئے خود درخواست کرکے مدرسہ پانی پت میں واپس آگیا اور ساڑھے نو سال کے قریب یہاں رہا

۲۳ حالی مسلم ہائی سکول کی ملازمت اور ترک ملازمت

یکم اکتوبر ۱۹۱۶ء سے ۷ رجنوری ۱۹۱۹ء تک حالی مسلم ہائی سکول میں ساٹھ روپیہ ماہوار پر کام کیا مگر علالت کی وجہ سے اس خدمت سے مستعفی ہوا اور ملازمت کی پابندیوں سے آزاد ہوکر ساڑھے چار سال صرف مذہبی اور علمی خدمت اور مطالعہ میں منہمک رہا مگر قدرت نے تعلیم ہی کو میرا ذریعہ معاش بنایا تھا اور آخر کار اسی کی طرف لوٹنا پڑا۔

۲۴ الواعظ کی آنریری ایڈیٹری

اسی زمانہ میں مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا آرگن الواعظ جاری ہوا اور حسب الحکم جناب نجم العلماء قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند۔ اس کی اعزازی ادارت کی عزت مجھ کو حاصل ہوئی ستمبر ۱۹۲۱ء سے اگست ۱۹۲۲ء تک آنریری ایڈیٹر کی حیثیت سے اس خدمت کو انجام دیا مگر چونکہ دو تین مہینے کے بعد ہی بغرض زیارات عتبات عالیات عراق جانے کا اتفاق ہوا اس لئے وہیں سے الواعظ کے لئے مضامین بھیجتا رہتا تھا۔

۲۵ مدرسۃ الواعظین کی خدمات

ایک سال کے بعد عراق سے واپس آیا اور جناب نجم العلماء کے ارشاد کے مطابق ۲۳-۱۹۲۲ء میں مدرسۃ الواعظین میں پورے ایک سال کام کیا میرا کام تحقیقات مذاہب، اسلام اور رد دیگر ادیان کے تقابل پر لکچر دینا اور فاضل طلاب مدرسہ کو طریقۂ تبلیغ کے متعلق ہدایات دینا قرار دیا گیا میں ایک سال تک بلا کسی معاوضہ کے اس خدمت کو انجام دینا چاہتا تھا مگر جناب نجم العلماء نے باصرار مبلغ پچاس روپیہ ماہوار مقرر فرمایا میں نے اس زمانہ میں ویدمت اور قربانی شنہ شیپ کی کہانی ہندو دھرم پر سات لکچر وغیرہ چند رسالے اُردو میں اور کتاب اسلام اور توحید (Islam and the Divine Unity) انگریزی میں لکھی جن سے واعظین نے فائدہ اٹھایا۔ ایک سال کے بعد اپنی مجبوریوں سے استعفا دینا پڑا جس کو جناب نجم العلماء نے میرے اصرار پر بادل ناخواستہ منظور کیا کیونکہ جناب ممدوح مجھے مستقل طور پر رکھنا چاہتے تھے اور انھوں نے اپنی تجویز سے میرے لئے آئندہ تصنیفات کا پروگرام بھی بنا دیا

۲۶ ٹریننگ کالج بمبئی کی پرنسپلی

۱۵ رجون ۱۹۲۵ء سے آخر دسمبر ۱۹۲۸ء تک ساڑھے تین سال بمبئی میونسپل اُردو ٹریننگ کالج معلمات کا پرنسپل رہا مسلم معلمات کے ٹریننگ کا کوئی قابل اطمینان حل کئی سال سے بمبئی کے اہل حل و عقد کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ میرے تقرر نے اس عقدہ کو حل کیا اور وہ گتھی (Gordian Knot) ایک ضعیف انسان کے ہاتھوں کھل گئی یعنی ٹرینڈ معلمات کے بہم پہنچنے کی وجہ سے اُردو مدارس صبیات کی حالت روز بروز بہتر ہوتی چلی گئی۔

۲۷ حالی مسلم ہائی سکول کی منیجری

میرا تقرر بمبئی میں ڈیڑھ سو ۱۵۰ روپیہ ماہوار پر ہوا بعد میں پونے دو سو ہو گئے۔ اپریل ۱۹۲۹ء میں دو سو ہونے والے تھے مگر میرے محترم بزرگ جناب مولوی خواجہ سجاد حسین صاحب بی۔ اے (ابن مولانا حالی) نے مجھے پانی پت طلب کیا اور میں بمشکل تمام بمبئی سے قطع تعلق کرکے یہاں آیا خواجہ صاحب ممدوح نے ۳ رجنوری ۱۹۲۹ء سے حالی مسلم ہائی سکول میں بحیثیت مدیر مدرسہ معلم اول السنہ مشرقیہ مقرر کرکے یکصد روپیہ ماہوار آنریریم (اعزازی نذرانہ) کے طور پر عنایت کیا۔ ساڑھے سات سال تک دونوں خدمتوں کو انجام دینے کے بعد میں نے دونوں خدمتوں سے سبکدوشی کی درخواست کی یکم جولائی ۱۹۳۶ء سے صرف تعلیمی فرائض سے سبکدوشی حاصل ہوئی منیجری کی خدمت کو ابھی تک انجام دے رہا ہوں اور میرے قرآنی لکچروں کا سلسلہ بھی مدرسہ میں بدستور جاری ہے۔[۵۱]

۲۸ پنجاہ سالہ خدمات پر ایک نظر

یہ ہے میری پچاس برس کی خدمات کا مختصر سا خاکہ اگر ایک سال کی تحریری اور دو سال کی سکرٹری شپ کو علیحدہ کر دیا جائے تو میری زندگی کے پورے سینتالیس

[۵۱] خواجہ صاحب کے متواتر اصرار پر اب یہ فیصلہ ہوا ہے کہ آپ کو ۱ رجولائی ۱۹۳۷ء سے خدمت منیجری سے بھی سبکدوش کر دیا جائے (اعجاز جایچوی)

سال علمی اور تعلیمی کام میں بسر ہو جس میں مدرسی سے لیکر ایک مدرسہ کی نیچری ایک ٹریننگ کالج کی پرنسپلی ایک تبلیغی کالج (مدرستہ الواعظین) کی پروفیسری اور ایک صوبہ کی انسپکٹری ہر قسم کی خدمتیں شامل ہیں اور مذہبی اور تبلیغی خدمتیں جو بذریعہ تحریر و تقریر آنریری طور پر انجام دی گئیں وہ علاوہ ہیں میں نے ملازمت کے ذریعہ سے اپنی لیاقت سے بہت زیادہ کمایا اور چونکہ میرے ذاتی مصارف بہت محدود رہے ہیں اس لئے اگر روپیہ جوڑنے کا شوق ہوتا تو آج ہزاروں کا آدمی ہوتا اور اچھی خاصی پوزیشن ہوتی مگر میری کمائی اہل خاندان کی خدمت بھائی بہنوں اور اُن کی اولاد کی تعلیمی اعانت مستحقین کی امداد اور اپنے دینی ذوق کے کاموں میں صرف ہوئی اور ہو رہی ہے اور یہ توفیق منجانب اللہ عطا ہوئی ؎

گر از حق۔ نہ توفیق خیرے رسد کے از بندہ خیرے بغیرے رسد

۲۹ چند اعزازی خدمات

تبلیغی خدمات کے علاوہ بھی کچھ آنریری خدمتیں مجھ سے متعلق ہیں۔

(۱) ۱۹۱۲ء سے حالی میموریل فنڈ ایسوسی ایشن کا لائف ممبر ہوں

(۲) آل انڈیا مرکزی جمعیت علمائے ہند (کانپور) جو مسلمانان ہند کی ایک مذہبی نمائندہ جماعت ہے تین سال سے اس کی کارکن کمیٹی کا لائف ممبر ہوں۔

(۳) ۱۹۳۲ء سے مسلم یونیورسٹی کورٹ علی گڑھ کا ممبر ہوں اور اب دوبارہ پانچ سال کے لیئے منتخب ہوا ہوں۔

باب چہارم تصنیفات و تالیفات

عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

۳۰ تصنیفات کی تعداد اور بعض تصنیفات کے نام

میری ہر قسم کی چھوٹی بڑی تحریرات کی تعداد ستر کے قریب ہے بعض کتب و رسائل کے نام یہ ہیں:—

فلسفہ[۱] تعلیم ترجمہ ایجوکیشن۔ سیرت[۲] النبی (حالات مکہ) اخلاق[۳] حسینی حضرت سید الشہداؑ کا اخلاق اور آپ کی مقدس زندگی کے اخلاقی نتائج۔ یادگار حسین[۴] میرزا سلطان احمد صاحب رئیس قادیان کی تصنیف جو میری ترمیم و تلخیص سے ترجمۃ[۵] الشہادتین مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے سر الشہادتین کا ترجمہ۔ تحقیق[۶] الجہاد مولوی چراغ علی کی انگریزی کتاب کا ترجمہ۔ تنقید[۷] لطیف بر خیالات ظریف۔ علی گڑھ کالج کے ایک سابق پروفیسر کے دہریانہ اور ملحدانہ خیالات کی مکمل تردید۔ اسلام[۸] اور توحید بزبان انگریزی [Islam and the Divine Unity] اسلامی توحید کی فضیلت۔ تقریر[۹] حصار۔ حصار کی ایک مذہبی کانفرنس منعقدہ ۱۹۱۹ء میں تناسخ اور قدامت روح و مادہ کا ابطال اور اثبات توحید۔ تعلیم[۱۰] مذہبی میرا لکچر جو دسمبر ۱۹۲۳ء میں بمقام علی گڑھ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں دیا گیا۔ مذہبی[۱۱] تعلیم اور اس کے عملی طریقے۔ دسمبر ۱۹۲۴ء کا لکچر جو مسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں بمقام بمبئی دیا گیا۔ تقدیس[۱۲] القرآن۔ قرآن مجید کے مخالفین کے چند اعتراضات اور غلط فہمیوں کا رد۔ حدوث[۱۳] مادہ۔ غلام الثقلین کے مضامین بجواب آریہ سماج جو میری نظر ثانی اور ترمیم سے کتابی صورت میں شائع ہوئے یہ کتاب اشاعت اسلام کالج لاہور میں داخل درس ہے۔ کشف[۱۴] الحقیقت آیہ ساق کی مکمل تفسیر۔ اللہ تعالیٰ کی نسبت آریوں کے اعتراضات کی کامل تردید۔ موازنہ[۱۵] مسیحیت و اسلام۔ اسلام کی فضیلت اور اکملیت بمقابلہ مسیحیت۔ ویدمت[۱۶] اور قربانی دیانند کی تحریرات سے گائے بیل وغیرہ کی قربانی اور گوشت کا ثبوت۔ شتنہ[۱۷] شیپ کی کہانی۔ ویدوں کے زمانہ میں انسانی قربانی کا ثبوت اور سوامی جی کے اس دعوے کی تردید کہ ویدوں میں کہانی نہیں ہے۔ ہندو[۱۸] دھرم پر سات لکچر۔ سوامی دیانند کی مانی ہوئی کتابوں سے اس بات کا ثبوت کہ ہندو دھرم کی عمارت صرف ذات کے امتیاز پر قایم کی گئی ہے۔ حقوق[۱۹] والدین۔ میرا لکچر جو حالی مسلم ہائی اسکول میں دیا گیا اور جون ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا۔ عمدۃ[۲۰] المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب۔ احسن[۲۱] المطالب فی امامۃ علی بن ابی طالب۔ احسن[۲۲] البراہین علیٰ فضیلت امیر المومنین۔ خدا[۲۳] کی ہستی۔ خدا[۲۴] کی توحید۔ وجود خدا (بزبان فارسی) آئینہ[۲۶] قادیان۔ قادیانی تحریک پر خواجہ غلام الثقلین مرحوم کے محققانہ مضامین جو میرے حواشی و تشریحات

ساتھ شائع ہوئے معیار الاخلاق۔ اسلامی اخلاق کا صحیح مفہوم فلسفیانہ رسالہ ہے سوامی دیانند اور انکی تعلیم جسپر اکثر مسلم و غیر مسلم حضرات نے بہترین ریویو کئے لیکن آریوں نے اسکو ضبط کرانیکی انتہائی کوشش کی مگر ناکامیاب رہے مولانا سید مجتبیٰ حسن صاحب فاضل کاموں پوری نے حال میں بزبان عربی اسکا خلاصہ مصر میں شائع کرایا ہے جو علمائے مصر میں بہت مقبول ہوا ہے۔

باب بنجم مواعظ و تقریرات

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ

فصل اول تقریرات کے مقامات اور انکی نوعیت

۳۱۔ اسلامی ادارات کی تقریریں

میری تقریریں مختلف قومی مذہبی۔ علمی تعلیمی اور تبلیغی ادارات میں ہوئی ہیں مثلاً انجمن حمایت اسلام لاہور۔ انجمن تہذیب الاخلاق بنارس۔ انجمن اسلامیہ بمبئی۔ انجمن اشاعت اسلام بمبئی۔ انجمن معلمین مدارس بمبئی۔ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس آل انڈیا شیعہ کانفرنس۔ آل انڈیا مرکزی جمعیت علمائے ہند۔ آل انڈیا مرکزی جمعیت تبلیغ الاسلام۔ حالی مسلم ہائی سکول پانی پت۔ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ۔ عربک کالج دہلی۔ منصبیہ کالج میرٹھ وغیرہ میں نے اپنی تقریرات وغیرہ کو کسب معاش کا ذریعہ کبھی نہیں بنایا۔ میری معاش کا دار و مدار زیادہ تر سر رشتہ تعلیم کی ملازمت پر رہا۔

۳۲۔ مجالس محرم و میلاد شریف کے بیانات

عشرہ محرم الحرام وغیرہ کی مجالس میں میرے بیانات عموماً وطن ہی میں ہوئے ہیں مگر سنہ ۱۹۱۰ء و ۱۹۱۱ء سنہ ۱۹۲۵ء سنہ ۱۹۲۶ء سنہ ۱۹۲۷ء میں سیٹھ یوسف بھائی کے مکان پر اور مدرسہ ملا قادر او محفل حیدری وغیرہ میں محرم کی مجلسیں بمقام بمبئی پڑھیں سنہ ۱۹۲۰ء میں باندرہ (علاقہ بمبئی) میں محرم کی کل مجلسیں ایک حنفی سیٹھ کے مکان پر پڑھیں۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں بمقام بدایوں شیعہ و سنی حضرات کی جداگانہ مجالس میں چند تقریروں کا موقع ملا۔ یوم النبی اور میلاد شریف کی مجالس میں پانی پت کے علاوہ دیگر مقامات میں بھی فریقین کے مشترک اور جداگانہ جلسوں میں میری تقریریں ہوئی ہیں۔

۳۳۔ عراق کی مجالس اور مواعظ اور خدمت اسلام کا مجوزہ پروگرام

سنہ ۱۹۲۲ء میں بزمانہ قیام عراق بہت سے بیانات ہوئے کاظمین کی تقریر جو علمائے مجتہدین کے مخصوص جلسہ میں بزبان فارسی کی گئی۔ بغداد کی تقریریں جو میلاد نبوی کے موقع پر ہوئیں اور کربلائے معلیٰ کی مجالس اور بیانات منبری اور خصوصاً وہ بیانات جو میلاد المعصومین کی مجالس میں کئے گئے قابل ذکر ہیں۔

میرا ارادہ عراق میں رہ کر کچھ مذہبی خدمت کرنیکا تھا۔ چنانچہ حضرت علامہ سید ہبۃ الدین شہرستانی کی سرپرستی میں ایک عربی و اردو رسالہ (جسکا نام علامہ ممدوح نے شمس المشرقین تجویز فرمایا تھا) جاری کرنے کا پورا انتظام ہو چکا تھا اور حضرت آقا سید ابو الحسن اصفہانی کی سرپرستی میں انسداد فتنہ بہائیان کے متعلق بھی کام کرنیکا خیال تھا اور ایک ابتدائی مقالہ بزبان فارسی لکھ کر آقائے ممدوح کی خدمت میں پیش کر دیا تھا جو پسند کیا گیا۔ مگر خلاف توقع ایسے اسباب پیش آئے کہ مجھے ہندوستان واپس آنا پڑا۔

۳۴۔ خاص مقامات جہاں تقریریں ہوئیں

جن مقامات پر میری تقریریں ہوئیں انکی ایک منتخب فہرست یہ ہے۔

انبالہ۔ امرتسر۔ امروہہ۔ آگرہ۔ اٹاوہ۔ ایٹہ۔ بنارس بمبئی۔ بدایوں بھوپال بھلندشہر گلبرگہ بغداد۔ پانی پت۔ پٹیالہ۔ پرتابگڑھ۔ پٹنہ۔ جالندھر جونپور حصار۔ دہلی۔ رائے بریلی۔ رہتک

ــه خواجہ صاحب کا سفر نامہ حج حالی پبلشنگ ہوس لال کنواں دہلی سے چھپکر شائع ہوگیا ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔ اور کتاب سوامی دیانند اور انکی تعلیم بھی وہاں سے مل سکتی ہے قیمت دو روپیہ فی جلد۔ باقی کتابیں عموماً نایاب ہیں ۱۲ (مدیر)

اور کتاب ... ختم کرچکا تھا کتاب "البحث" کا ترجمہ شروع کیا تھا کہ ایک سخت حادثہ پیش آیا یعنی میرٹھ کے اسٹیشن پر میرے کل مسودات مع تمام کتب و سامان اسباب کے گم ہوگئے۔

سلطان پور۔ سیتا پور۔ سہارنپور۔ سونی پت۔ علی گڈھ۔ غازی آباد۔ غازی پور۔ فرخ آباد۔ کرنال۔ کیرانہ۔ کانپور۔ کربلائے معلیٰ۔ کاظمین۔ گلبرگہ۔ گونڈہ۔ لکھنؤ۔ لکھیم پور کھیری۔ لاہور۔ میرٹھ۔ مظفر نگر۔ مالیر کوٹلہ۔ ملتان۔ نجف اشرف۔ ہوشیار پور۔ ان مقامات کے علاوہ فروری ۱۹۳۵ء میں حج کو جاتے وقت (بمبئی میں اور علوی جہاز پر بمبئی اور جدّہ کے درمیان) دو ہفتے تک تقریباً روزانہ مواعظ و میلاد و ذکر رسول کا سلسلہ جاری رہا اور جدّہ سے واپسی پر "اسلامی جہاز" میں بھی چند تقریریں ہوئیں۔ سفر عراق میں وارسووا VARSOVA جہاز پر بھی مجالس کا سلسلہ جاری رہا تھا۔

۳۵۔ نوعیت بیانات میری ہر تقریر اور بیان کا عام موضوع "قرآن مجید" ہوتا ہے جس میں "جامعیت قرآن اور معارف قرآن" کے ساتھ ساتھ فلسفہ اسلام، اصول اخلاق اسلام، اخلاق نبوی، اخلاق المعصومین وغیرہ مطالب بیان کئے جاتے ہیں، مادیین اور ملاحدہ کے خیالات کا رد اور متشککین کے شکوک کا دفعیہ بھی قرآن اور عقلی دلائل سے کیا جاتا ہے۔ بیان شہادت بھی تاریخی اور اخلاقی حیثیت سے کیا جاتا ہے یہ وہ مضامین ہیں جن سے بالحاظ فرقہ سب مسلمانوں کو دلچسپی ہوتی ہے اور غیر مسلم بھی ان کو شوق سے سُننے کے لئے آتے ہیں اور بعض اوقات اپنے جلسوں میں بھی مجھے تقریر کی دعوت دیتے ہیں۔

فصل دوم اثر تقریرات

۳۶۔ مسلم اور غیر مسلم پبلک پر اثر یہ تقریرات کس قدر مؤثر ثابت ہوئیں اور مسلم اور غیر مسلم پبلک پر اُن کا کیا اثر ہوا۔ اس بات کا اندازہ واقعات ذیل سے ہو سکتا ہے۔

۳۷۔ بعض انجمنوں کی طرف مستقل دعوت تقریر بنارس اور غازی پور کی اسلامی انجمنوں نے مجھے ہمیشہ کے لئے دعوت دیدی تھی چنانچہ جب تک وہ انجمنیں قائم رہیں۔ ہر سال وہاں جاتا رہا۔ دیگر واعظین عموماً ایک تقریر کر کے چلے جاتے تھے مگر مجھے یہ حکم تھا کہ ایام جلسہ میں ہر روز کم سے کم ایک تقریر ضرور کروں سادات باہرہ کی "انجمن جعفریہ مظفر نگر" ۱۹۰۶ء میں قائم ہو کر چند سال میں ختم ہو گئی۔ اُس میں بھی قریب قریب ہر سال میری تقریریں ہوا کرتی تھیں۔

۳۸۔ بھوپال کی تقریروں کا اثر ۱۹۲۰ء میں بھوپال جانے کا اتفاق ہوا وہاں مولوی عبید اللہ صاحب بسمل امرتسری (علیا حضرت سلطان جہاں بیگم مرحومہ) پر تبلیغ احمدیت کی غرض سے کئی مہینے سے موجود تھے اور اہل بھوپال کو مسئلہ نبوت و ختم نبوت پر تقریریں سننے کا بہت اشتیاق تھا۔ چنانچہ میری اور مولوی عصمت اللہ صاحب (ساکن ٹانڈہ ضلع ہوشیار پور) کی بیسیوں تقریریں اس مضمون اور دیگر مضامین پر ہوئیں۔ سرکاری طور پر بھی تقریرات کا انتظام ہوا جامع مسجد بھوپال میں بھی مجھ کو بیان کرنے کا موقع دیا گیا۔ حضور بیگم صاحبہ کی خدمت میں دو مرتبہ باریابی ہوئی اور انہوں نے بھی اظہار پسندیدگی فرمایا اور ایک روز بعد نماز جمعہ "مسجد آصفی" میں (جہاں زنانہ نشست کا بھی انتظام ہے) فریقین کی تقریرات کو بنفس نفیس سننے کا ارادہ فرمایا تھا۔ مگر بسمل صاحب نے منظور نہ کیا

۳۹۔ بغداد کی تقریروں کا اثر ۱۹۲۲ء میں "جامع السرائے بغداد" میں سیرت نبوی پر تقریر ہوئی، ہندوستانیوں کے علاوہ عرب۔ ایرانی ترک اور غیر مسلم ہزاروں کی تعداد میں شریک تھے۔ سامعین پر خاص اثر پڑا اور عربوں کی خواہش پر مجھے شب کو دوسری تقریر بھی کرنی پڑی۔

۴۰۔ آل انڈیا تبلیغ کانفرنس کی تقریروں کا اثر دسمبر ۱۹۲۷ء میں لارڈ ہیڈلے کی صدارت میں آل انڈیا مرکزی جمعیت تبلیغ الاسلام، انبالہ کا جلسہ دہلی میں منعقد ہوا جس میں اطراف ملک سے ہر مذہب و ملت کے لوگ بتعداد کثیر شامل ہوئے۔ جن کی تعداد کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا، قریب ظہر میری تقریر شروع ہوئی۔ چند ہی منٹ کے بعد صدائیں آنے لگیں کہ اس تقریر کے لئے وقت کی قید نہیں ہونی چاہئے۔ نماز ظہر کے وقت میں بڑی گنجائش ہے، مقرر جب تک چاہے تقریر کرے۔ بعد ختم تقریر پبلک کے سخت اصرار پر شب کے آخری جلسہ میں دوسری تقریر کرنی پڑی جس کی وجہ سے ایک روز بعد بمبئی جانا ہوا ان تقریروں کا مضمون "اسلام اور آریہ دھرم کا مقابلہ" تھا۔

۴۱۔ بمبئی کی تقریر کا اثر انجمن اشاعت الاسلام، بمبئی میں میری بہت سی تقریریں ہوئیں ایک تقریر "سیرت خاتم النبیین" پر ہوئی جس کا

حسب دستور اخبار خلافت میں پہلے سے اعلان ہو چکا تھا۔ ہال میں داخل ہوتے ہی ایک پرچہ ملا، جس میں لکھا تھا کہ اس جلسہ میں چند بہائی مذہب کے لوگ آپ کی تقریر سننے کے لئے آئے ہیں "دلائل ختم نبوت" مفصل بیان کیجئے گا۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ دوران تقریر میں چند آدمی اٹھ کر چلے گئے، معلوم ہوا کہ وہی بہائی تھے۔ صدر جلسہ مولوی عبدالرؤف صاحب (سکریٹری انجمن ضیاء الاسلام بمبئی) نے اپنی آخری تقریر میں کہا کہ وہ لوگ خواجہ صاحب کے دلائل پر کوئی سوال یا اعتراض نہیں کر سکتے تھے اس لئے جلسہ سے اٹھ گئے۔ میرے بیان کا لب لباب یہ تھا کہ جو شخص آں حضرتؐ کے بعد مامور من اللہ ہونے کا مدعی ہو۔ اُس کو اپنی کتاب قرآن سے بہتر اور اپنا اخلاق آنحضرتؐ کے خلق عظیم سے بالاتر ثابت کرنا ہوگا اور یہ ناممکن ہے، لہذا آں حضرت خاتم النبیین ہیں۔

۴۲۔ علی گڈھ کے ایک لکچر کا اثر | میرے دسمبر ۱۹۳۳ء کے لکچر کے متعلق جو مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڈھ میں بہت سے اہل علم اور غیر مسلم ماہرین تعلیم کی موجودگی میں "تعلیم اور قرآن" کے عنوان سے فی البدیہ دیا گیا تھا۔ الواعظ لکھنؤ میں یہ نوٹ شائع ہوا تھا۔

مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے چھتیسویں (۳۶) اجلاس میں ماہرین علم التعلیم دور دور سے لکچر دینے کے لئے مدعو تھے۔ مدرستہ الواعظین سے مولانا خواجہ غلام الحسنین صاحب بھی علی گڈھ گئے۔ اور "تعلیم اور قرآن" پر ایک عالمانہ اور پُر زور لکچر دیا جس کی نسبت چودھری نادر علی صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی نے تحریر کیا ہے "لیکچر کیا تھا علم کا عجیب وغریب اور بے نظیر ذخیرہ تھا جس سے ہر شخص بقدر ہمت خود لطف اٹھا رہا تھا۔" صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب نے بھی ایک گرامی نامہ میں بہت تعریف لکھی ہے۔

یہ لکچر کانفرنس کی رپورٹ میں اور علیحدہ بھی چھپ چکا ہے۔

۴۳۔ غیر مسلموں پر اثر | بیان منبری کا جو اثر غیر مسلموں پر ہوتا ہے اس کی تصدیق ایک عجیب ذریعہ سے ہوتی، دو سال کا ذکر ہے کہ ایک صاحب نے مجھے دہلی میں ایک مجلس پڑھنے کے لئے پیغام بھجوایا۔ تاریخ اور وقت دریافت کرنے پر یہ جواب ملا کہ ایک انگریز ڈپٹی کمشنر مجلس میں شامل ہونے کا ارادہ رکھتے تھے اس لئے میری تقریر کی ضرورت تھی۔ کیونکہ موجودہ واعظین میں سے کوئی صاحب ایسا بیان نہیں کر سکتے جس کا اثر کسی غیر مسلم پر پڑے۔ اب صاحب کا ارادہ ملتوی ہو گیا ہے اس لئے مولانا کو زحمت فرمانے کی ضرورت نہیں، گویا مجھ خاکسار کا سادہ اور مدلل بیان صرف غیر مسلمین یا متشککین کے لئے مفید ہوتا ہے۔ سیدھے سچے مومنین و مخلصین کے لئے اُس کی ضرورت نہیں۔ اُن کے لئے پر لطف فقرات اور خطابات ہی کافی ہیں۔ !!!

فصل سوم۔ چند دیگر پبلک تقریریں اور اُن کا اثر

۴۴۔ جالندھر کی پبلک تقریر | ۱۹۰۵ء میں مولوی نیاز محمد خاں صاحب (مرحوم) وکیل جالندھر نے مولانا حالی کو لکھا کہ جالندھر آریوں کا خاص مرکز ہے۔ یہاں جلسہ میلاد النبیؐ میں تقریر کرنے کے لئے ایسے مقرر کی ضرورت ہے جس کی تقریر کا اثر غیر مسلموں پر بھی اچھا ہو۔ جو قرآن مجید اور آں حضرتؐ کی افضلیت کو معقول دلائل سے ثابت کر سکے اور ساتھ ساتھ آریوں کے اہم اعتراضات کی معقول تردید بھی کر سکے۔ مولانا کے حکم سے میں جالندھر گیا۔ تین گھنٹے تک تقریر ہوئی اور خدا کے فضل سے جیسی تقریر وہ چاہتے تھے ویسی ہی ہوئی۔ .... مولوی مراد علی صاحب (سابق مصحح مطبع سرکاری لاہور) نے بعد ختم ہونے تقریر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "اتنی طولانی اور اتنی کامیاب اور موثر تقریر مولانا نذیر احمد کے سوا ہم نے اب تک کسی سے نہیں سُنی تھی۔ آج سے آپ مولانا نذیر احمد کے قائم مقام ہو گئے"

۴۵۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کی تقریرات | ۱۹۰۵ء ہی میں "انجمن حمایت اسلام" لاہور کے سالانہ جلسوں پر میری تقریرات کا سلسلہ شروع ہوا اور کئی سال تک جاری رہا۔ "دین و دنیا کا تعلق" "اخلاق نبوی" "اعجاز القرآن" "تعلیم القرآن" وغیرہ مضامین پر تقریریں ہوئیں جو مقصد انجمن کے عین مطابق اور کامیاب ثابت ہوئیں۔

۴۶۔ مظفر نگر کی تقریریں | ۱۹۰۶ء میں "انجمن جعفریہ" اور ۱۹۰۷ء میں "انجمن اسلامیہ مظفر نگر" کے سالانہ جلسوں میں تقریریں ہوئیں جن کا اثر مسلم اور غیر مسلم پبلک پر بھی اچھا ہوا۔

۴۷ - لکھنؤ کی تقریریں ۱۹۰۷ء میں (شیعہ کانفرنس کے قائم ہونے سے پہلے) "القرآن کلام اللہ" کے عنوان سے لکھنؤ میں میر باقر سوداگر کے عزاخانہ میں مسلسل تین روز تک میری تقریریں ہوئیں جن میں مدارس عربیہ کے فاضل طلاب اور حضرات علمائے کرام بھی شریک ہوتے ۔ سامعین کا عام خیال یہ تھا کہ اس مضمون پر یہ نئی قسم کی تقریریں ہیں" حضرت مولانا آقا سید آقا حسن صاحب قبلہ نے فرمایا کہ یہ تقریریں اس قابل ہیں کہ ان کا ترجمہ انگریزی میں بھی شائع کیا جائے ۔

۴۸ - سب سے پچھلی پبلک تقریر میری سب سے آخری پبلک تقریر حالی سنٹنری کے موقع پر اکتوبر ۱۹۳۵ء میں بمقام پانی پت ہوئی ۔ جس کا عنوان تھا "مولانا حالی اور ہمدردی بنی نوع" مولوی عنایت اللہ صاحب بی ۔ اے دہلوی (سابق ناظم دارالترجمہ حیدر آباد دکن) نے اس تقریر کو خاص اہمیت دی اور فرمایا کہ یہ تقریر دو دن کی تمام کارروائی کا اصل مقصد اور نتیجہ ہے جس میں سیرت حالی کا پورا نقشہ صحیح طور پر دکھایا گیا ہے ۔ یہ تقریر حالی سنٹیری کی رپورٹ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے ۔

باب ششم

مناظرات مخاطبات مکالمات اور بیانات

وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

بیا و حال اہل درد بشنو - بلفظ اندک و معنی بسیار

فصل اول - تقریری مناظرات وغیرہ

۴۹ - غیر مسلموں کا اصرار غیر اسلامی جلسوں میں بیان کرنے یا غیر مسلموں سے مناظرہ کرنے کا خیال مجھے از خود کبھی نہیں ہوا - مگر ان ہی لوگوں کی خواہش اور اصرار پر بعض اوقات زبانی گفتگو اور بعض اوقات اُن کے جلسوں میں مناظرہ اور تقریر کرنے کا اتفاق ہوا ہے جس کی مختصر کیفیت حسب ذیل ہے ۔

۵۰ - پنڈت بھوجدت کے مکان پر فیصلہ کن مکالمہ اخبار مسافر آگرہ" نے مجھے مناظرہ کے لئے چیلنج دیا ۔ میں فوراً ہی ۱۱ مئی ۱۹۱۳ء کو آگرہ میں پنڈت بھوجدت کے مکان پر جا پہنچا ۔ اُن سے اور اُن کے بیٹے پنڈت لکشمی دت ڈاکٹر سے دیر تک گفتگو رہی وہ ہر بحث کو ٹالتے رہے اور بوڑھے پنڈت جی نے تو صاف کہدیا کہ ہم شیعوں سے بحث نہیں کرتے مگر چلتے وقت ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آپ اپنی تحریر بھیجئے ہم اُس کو چھاپ دیں گے مگر یہ وعدہ آج تک پورا نہیں ہوا ۔

۵۱ - آریہ سماج پانی پت کے پلیٹ فارم پر سلسلۂ مناظرات و مکالمات ۱۹۱۶ء سے ۱۹۱۹ء تک آریہ سماج پانی پت کے سالانہ جلسوں پر آریہ پنڈتوں کے ساتھ پانچ مرتبہ مناظرات اور تقریرات کا اتفاق ہوا جس کا مجمل حال نیچے درج کیا جاتا ہے ۔

۵۲ - ۱۹۱۶ء کا مناظرہ اور اس کا نتیجہ ستمبر ۱۹۱۶ء میں آریوں کے سب سے مشہور مناظر پنڈت رامچندر دہلوی فریق مقابل تھے، یہ صاحب آریوں میں فاضل القرآن کے نام سے مشہور ہیں - قرآن اور وید کی تعلیم کا مقابلہ، مضمون زیر بحث تھا ۔ پنڈت جی میرے بہت سے سوالات اور مطالبات کو لاجواب چھوڑ کر چلے گئے میں نے رجسٹری شدہ خطوط کے ذریعہ سے بار بار اپنے مطالبات کا جواب طلب کیا مگر آج تک کوئی جواب نہیں ملا ۔

۵۳ - ۱۹۱۷ء میں آریہ مناظر کی غیر حاضری اور آریہ سماج کی دفع الوقتی سال گزشتہ کے مناظرہ کا یہ اثر ہوا کہ سال آئندہ یعنی ۱۹۱۷ء کے جلسہ میں آریہ سماج کے بلانے کے باوجود پنڈت جی مناظرہ کے لئے نہ آسکے ۔ میں نے خود ہی سکریٹری آریہ سماج کو تکمیل مناظرہ کی یاد دہانی کی تو اُنھوں نے مجبوراً مجھے بلایا ۔ مگر چونکہ اُن کا پہلوان موجود نہیں تھا اس لئے خود لالہ شادی رام صاحب سکریٹری کو مجبوراً سامنے آنا پڑا ۔ بہت دیر تک بیکار دفع الوقتی کرتے رہے مگر مناظرہ کا موقع نہ دیا ۔ اور تمام حاضرین نے آریوں کی کمزوری کو پوری طرح سمجھ لیا ۔

۵۴ - ۱۹۱۸ء کا فیصلہ کن مناظرہ ۱۹۱۸ء میں پنڈت رامچندر جی کو آریہ سماج کے بلانے پر مجبوراً آنا پڑا ۔ اس مرتبہ آریوں نے اپنی طاقت کو

دس گنا کر دیا یعنی تقریباً دس آدمی اُن کی مدد کے لئے موجود تھے۔ خاکسار خدا تعالیٰ کے بھروسہ پر "تن تنہا" اور فریق مقابل "دہ با تنہا" مسئلہ معاشرت پر جو پہلے سے مقرر ہو چکا تھا مناظرہ ہوا مگر معاشرت قرآن کے مقابلہ پر معاشرت وید کا کوئی نقشہ باوجود میرے بار بار یاد دلانے کے آخر وقت تک بھی پنڈت جی پیش نہ کر سکے اور نہ کسی دوسرے موقع پر پیش کرنے کا وعدہ کیا اور کر بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ قرآن کی سی جامعیت ویدوں میں کہاں؟ المختصر۔ پانچ چھ ہزار آدمیوں نے اُن کی کمزوری کو بخوبی محسوس کر لیا۔

۵۵ - ۱۹۱۹ء میں سنیاس دھرم پر فیصلہ کن مناظرہ

۱۹۱۹ء میں پنڈت رامچندر جی دوبارہ غائب ہوئے تو میں نے سکریٹری آریہ سماج کو اس سال بھی تکمیل مناظرہ کی یاد دہانی کی تو دو آریوں نے میرے مکان پر آکر معذرت کی اور کہا "پنڈت رامچندر جی تو نہیں آئے ہم نے اُن کو تار دیدیا ہے اگر وہ آگئے تو جلسہ کا ایک دن بڑھا کر کل پورا دن آپکے ساتھ شاستر ارتھ کے لئے دیدیا جائے گا۔ آج تو آپ دوسرے پنڈت سے کسی دوسرے مسئلہ پر شاستر ارتھ کر لیں" میں نے کہا اچھا آپ اپنے پنڈت کو "سنیاس دھرم" پر مناظرہ کے لئے تیار کریں، الغرض مناظرہ ہوا اور آریہ پنڈت کو مجبوراً تسلیم کرنا پڑا کہ "سوامی دیانند اپنے سنیاس دھرم کو نہیں نبا ہ سکے" اور یہی میرا دعویٰ تھا۔ جو آریہ پنڈت کے اقرار سے ثابت ہو گیا

۵۶ - قریب شام میں مباحثہ سے فارغ ہوا تو ایک آریہ نے میرے کان میں کہا کہ "پنڈت رامچندر جی" دہلی سے آگئے ہیں آپ اُن سے بھی اس وقت مباحثہ کر لیں" میں نے کہا اس کے لئے آپ کل کا پورا دن مقرر کر چکے ہیں پنڈت جی کل ٹھہریں پنڈت جی کہیں پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے یہ سُن کر کھڑے ہو گئے اور پبلک کو مغالطہ دینے کے لئے بلند آواز کے ساتھ مجھ سے مخاطب ہوئے "مولوی صاحب آپ اس وقت میرے ساتھ کیوں نہیں مباحثہ کر سکتے" میں نے ان کے مغالطہ کو دفع کرنے کے لئے بلند تر آواز سے جواب دیا اور تمام پبلک کو سنا دیا "تین دن سے آپ کہاں تھے۔ تار پر تار آپ کو دئے گئے تو اب آخر وقت پر تشریف لائے۔ کل کا پورا دن آپکے ساتھ مباحثہ کرنے کے لئے مقرر ہو چکا ہے کل تمام دن آپ کو حاضر رہنا پڑیگا" یہ سنکر پنڈت جی لاجواب اور شرمندہ ہو کر بیٹھ گئے۔

۵۷ - آریہ سماج کا زبردست مغالطہ اور مناظروں کا خاتمہ

اگلے دن میں اپنی عادت کے مطابق کتابوں کی گٹھری بغل میں دبا تن تنہا جلسہ گاہ میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ پبلک ندارد اور کوئی بھی آریہ موجود نہیں معلوم ہوا کہ برخلاف قرار داد باہمی رات ہی کو ختم جلسہ کا اعلان کر دیا اور مجھے سخت مغالطہ میں رکھا۔ میں نے بیحد اصرار کیا اور بار بار اُن کا وعدہ یاد دلایا مگر ایک نہ سُنی مجھے باتوں باتوں ہی میں ٹال دیا اور مباحثہ نہ کرایا وہ دن اور آج کا دن پھر کبھی آریہ سماج نے میرے ساتھ مناظرہ کا نام نہیں لیا۔

۵۸ - مباحثوں کو آریوں نے کیوں بند کیا

بات یہ ہے کہ خاکسار کی قرآنی تقریریں مسلم اور غیر مسلم پبلک کے دلوں میں اُترتی چلی جاتی تھیں اور آریوں کی جوابی تقریروں سے لوگوں کو الجھن پیدا ہوتی تھی اور "قرآنی تعلیم" کے مقابلہ میں نام نہاد "ویدک تعلیم" کا رنگ نہیں جمتا تھا اور کیسے جم سکتا تھا ع ۔ باکف موسوی چہ زند سحر سامری۔

اس کے علاوہ میں ہر سال برابر تقاضا کرتا رہتا تھا کہ فریقین کی تقریروں کو قلمبند کرا کر کتابی صورت میں شائع کرا دیا جائے کیونکہ پنڈت جی ہر سال ایک ہی مضمون کو اُلٹ پلٹ کر بیان کر دیتے تھے۔ کئی سال تک وعدے ہوتے رہے مگر ۱۹۱۹ء میں صاف انکار کر دیا اور پنڈت رامچندر نے بھی علی الاعلان مجھے کہدیا کہ "مولوی صاحب نہ تو میں اپنی تقریر قلمبند کرا کر آپ کو دونگا اور نہ آپ کی قلمبند شدہ تقریر لوں گا، اور نہ آپ کی کسی تحریر کا جواب دونگا میرے پاس اتنا وقت ہی نہیں" میں نے بھی لالہ شادی رام سکریٹری آریہ سماج کو سنا دیا کہ اب میرے سامنے ایسے شخص کو لاؤ جسے ان کاموں کی فرصت ہو" یہ ہے بڑھیا آریہ پنڈتوں کی کمزوری کا نظارہ" سچ ہے ۔

بس تجربہ کردیم دریں دارِ مکافات ۔ با دین خدا ہر کہ در اُفتاد بر اُفتاد

۵۹ - امروہہ میں اسلامی پلیٹ فارم پر پنڈت رامچندر سے فیصلہ کن مکالمہ

۱۲ دسمبر ۱۹۱۷ء کو جبکہ پنڈت رامچندر جی انجمن اشاعت اسلام امروہہ کے جلسہ میں مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب (مدرس مدرسہ امدادیہ مراد آباد) سے مباحثہ کر رہے تھے میں بھی انجمن کی دعوت پر وہاں پہنچ گیا۔ مباحثہ کے بعد میں نے بھرے جلسہ میں پنڈت جی سے کہا کہ آپنے پندرہ مہینے سے میری کسی رجسٹری شدہ تحریر کا جواب نہیں دیا۔

اور ستمبر ۱۹۱۸ء کے مباحثہ میں میرے جن سوالات اور مطالبات کو بلا جواب چھوڑ کر آپ چلے آئے تھے انکا جواب بھی پندرہ مہینے سے کچھ نہیں دیا۔

پنڈت جی اس سوال پر بہت پریشان ہوئے اور کسی قدر معذرت کے بعد تحریری جواب دینے کا وعدہ کیا مگر آج انیس سال ہوگئے انکا وعدہ پورا نہ ہوا

۶۰۔ جین کانفرنس حصار کی مذہبی تقریریں

مئی ۱۹۱۹ء میں جین صاحبوں نے حصار میں ایک مذہبی کانفرنس منعقد کی جسمیں مجھکو اسلامی نمائندہ کے حیثیت سے طلب کیا گیا اور خطوط کے علاوہ پے در پے تین تار میری طلبی میں آئے مجھے حصار جانا پڑا اور انکے مقرر کردہ مضامین تناسخ و توحید وغیرہ پر اسلامی نقطہ نظر سے تقریریں کیں جن کا اثر غیر مسلموں پر خصوصًا بہت اچھا ہوا اور انہی لوگوں کے اشتیاق پر بتواتر اصرار پر صدر جلسہ کو میری تقریر کے لئے پندرہ منٹ کی جگہ چالیس منٹ دینے پڑے ۔

مرا تا عشق تعلیم سخن کرد ؎ حدیثم نکتۂ ہر محفلے بود

یہ تقریریں میری کتاب تسخیر حصار میں چھپ چکی ہیں جسمیں پنڈتوں کی تقریرات پر ریویو بھی کیا گیا ہے۔

۶۱۔ لکھیم پور کھیری میں آریہ پلیٹ فارم پر مناظرہ

۱۹۲۳ء میں لکھیم پور کھیری کے آریوں نے مسلمانوں کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ میں مدرسۃ الواعظین کی طرف سے آریوں کے جلسہ میں پہنچا قدامت وید پر مناظرہ ہوا میں نے سات دلیلوں اور سوامی دیانند کی تحریروں سے ثابت کیا کہ وید قدیم نہیں ہو سکتے۔

فاضل آریہ پنڈت نارائن سوامی ایم۔ اے نے معمولی سی دفع الوقتی کی مگر کسی ایک دلیل کو بھی رد نہ کر سکے اس مناظرہ کی روداد اسی وقت انجمن اسلامیہ لکھیم پور کی طرف سے اخبار ہمدم لکھنؤ میں چھپ گئی تھی بلعدہ مولوی لقاء علی صاحب حیدری نے جو میرے ساتھ جلسہ میں گئے تھے پوری کیفیت قلمبند کرکے رسالہ تنقیح قدامت وید میں مدرسۃ الواعظین کی طرف سے شائع کرادی تھی۔

۶۲۔ پانی پت جین کانفرنس میں تقریریں

جین سماج پانی پت کی سالانہ مذہبی کانفرنس میں مجھے کئی سال تک باصرار طلب کیا گیا۔ جہاں ان لوگوں کے مقرر کردہ مضامین پر اسلامی نقطہ نظر سے تقریریں کی گئیں جو پوری توجہ اور دلچسپی سے سنی گئیں اور پسند کی گئیں ۔

ازاں بدیر مغانم عزیز میدارند ؎ کہ آتشے کہ نمیرد۔ درون سینۂ ماست

۶۳۔ اچھوت کانفرنس لکھنؤ کیلئے میری طلبی

۲۲ مئی ۱۹۳۶ء کو لکھنؤ میں اچھوت کانفرنس منعقد ہوئی جناب نجم العلماء مدظلہ نے مجھے بحیثیت ایک شیعہ نمائندہ کے اس کانفرنس میں شریک ہونے کیلئے طلب کیا۔ میں لکھنؤ پہنچا پہلے روز مجھے وقت نہ مل سکا اور دوسرے روز میں ٹھہر نہ سکا کیونکہ فورًا ہی پانی پت واپس جانے کی ضرورت تھی اس لئے اپنا مقالہ قلمبند کرکے دے آیا تاکہ کوئی دوسرا اسلامی نمائندہ اس سے کام لے سکے۔

۶۴۔ پادری جوالا سنگھ سے فیصلہ کن مکالمہ

جس زمانہ میں میرا قیام لکھنؤ میں تھا مشن ہال نخاس میں ہفتہ میں دو تین مرتبہ مباحثے ہوا کرتے تھے۔ پادری جوالا سنگھ صاحب اپنے حریفوں کو لفظی بحثوں میں الجھاتے رہتے تھے۔ میں نے پادری صاحب سے کہا یہ طریقۂ بحث ٹھیک نہیں ہے۔ بالفرض آپ نے کسی ہندو یا مسلمان کو لفظی بحث میں لاجواب کردیا تو اس سے ہندو دھرم یا اسلام باطل نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح اگر کسی ہندو یا مسلمان نے آپ کو لاجواب کردیا تو اس سے عیسائی مذہب باطل نہیں ہوسکتا۔

آپ قرآن اور بائبل کی تعلیم پر ہمارے ساتھ مباحثہ کریں تاکہ معلوم ہو کہ کس کتاب کی تعلیم انسانی ضروریات کی جامع اور فطرت انسانی کے مطابق ہے؟ پادری صاحب نے منظور کرکے دو دن بعد مناظرہ کا وعدہ کیا اور مسکرا کر یہ بھی کہا کہ میں اس عرصہ میں روح القدس سے مدد طلب کرونگا۔ مگر پادری صاحب نے میرے ساتھ اس مضمون پر مباحثہ نہ کیا اور روح القدس نے انکا ساتھ نہ دیا۔

فصل دوم تحریری مناظرات

۶۵۔ آریہ سماج پانی پت سے مکالمات اور ایک تحریری مناظرہ

آریہ سماج

پانی پت سے مذہبی گفتگو کا سلسلہ سنہ ۱۹۰۸ء سے شروع ہو گیا تھا اور اسی زمانہ کے قریب آریوں کے اِس عقیدہ پر کہ خدا خالق نہیں صرف صانع ہے ایک تحریری مناظرہ بھی ہوا جو بہت مدت تک جاری رہا اور جس کو خود آریوں نے لاجواب ہو کر بند کیا۔

۶۶- آریہ مسافر سے مناظرہ اور اسکی علمی کمزوری کا انکشاف

آریہ مسافر جالندھر نے سنہ ۱۹۰۹ء میں قرآن مجید پر بے معنی اعتراضات کر کے غلط فہمی پھیلائی میں نے جوابی رسالہ شائع کیا جس سے معترض کی علمی کمزوری اور غلط بیانی اس طرح طشت از بام ہوئی کہ اس کو کوئی جواب بن نہ آیا۔

۶۷- مہاشہ ستیہ دیو سے مناظرہ اور انکی روپوشی

ستمبر سنہ ۱۹۱۶ء میں پنڈت بھوجدت جی ایڈیٹر مسافر آگرہ) ایک نو آریہ (مہاشہ ستیہ دیو جی سابق غلام حیدر) کو آریہ سماج پانی پت کے سالانہ جلسہ پر اپنے ساتھ لائے تمام شہر میں چرچا ہو گیا کہ عربی و فارسی کے ایک زبردست عالم اسلام کو چھوڑ کر حال ہی میں آریہ ہوئے ہیں جو قرآن جدید بجواب قرآن مجید لکھ رہے ہیں آج ان کا لیکچر ہو گا خاکسار بھی شریک جلسہ ہوا لیکچر اِس مضمون پر ہوا کہ اسلام کا خدا مجسم ہے جس پر آریہ سماجی جھوم رہے تھے اور سر دھن رہے تھے خاکسار نے اس لیکچر کے جواب میں رسالہ کشف الحقیقت چھپوایا اور رجسٹری کر کے اُن کے پاس بھجوایا بے شمار رجسٹری شدہ خطوط کے ذریعہ سے جواب کا تقاضا کیا مگر جواب نہ ملا اور مہاشہ جی نے پھر کبھی پانی پت کا رخ نہیں کیا جس کو چھبیس سال سے زیادہ ہو گئے۔

۶۸- مسافر آگرہ سے مناظروں کا سلسلہ

مہاشہ ستیہ دیو جی روپوش ہوئے تو مسافر آگرہ کو مجبوراً میدان میں آنا پڑا کیونکہ میں نے رسالہ کشف الحقیقت ریویو کے لئے اُن کے پاس بھیجا تھا اس بنا پر انھوں نے میرے ساتھ سلسلۂ مناظرات قائم کر دیا جسکی مختصر کیفیت حسب ذیل ہے۔

۶۹- پہلا مناظرہ پنڈت بھوجدت کے بڑے بیٹے پنڈت لکشمی دت ڈاکٹر بھی مہاشہ ستیہ دیو جی کی طرح کشف الحقیقت کے جواب سے قاصر و عاجز رہے پھر بھی انھوں نے ہمت کر کے مجھے چیلنج دیدیا کہ مسئلہ عدم تجسم باری تعالیٰ پر ہمارے اخبار میں ہمارے ساتھ مباحثہ کر لو اور ۱۱ مئی سنہ ۱۹۱۳ء کی ملاقات میں بمقام آگرہ مجھ سے زبانی وعدہ بھی کر لیا۔ میں نے ۲۰ مئی سنہ ۱۹۱۳ء کو رجسٹری کرا کر اپنا مضمون بھیجا جس کو درج اخبار کرنے سے انھوں نے صاف انکار کر دیا اور یوں اپنے لاجواب ہو جانے کو عملاً تسلیم کر لیا

۷۰- دوسرا مناظرہ میں نے مضمون مذکور کو ایک مقدمہ کے اضافہ کے ساتھ معیار الحقیقت کے نام سے بصورت رسالہ چھپوا کر بھیجا اور بار بار جواب کا مطالبہ کیا اور اُنکا وعدہ یاد دلایا مگر ایک لفظ کا جواب بھی بن نہ پڑا۔ یہ دوسری انمٹ مہر سکوت تھی جو مسافر کے منہ پر لگی

۷۱- تیسرا مناظرہ جدال احسن ڈاکٹر صاحب پیچھے ہٹے تو اُن کے چھوٹے بھائی پنڈت تارادت بی۔ اے۔ ایل۔ بی آگے بڑھے اور کہا کہ ایڈیٹر ان چیف (یعنی بڑا ایڈیٹر) تو میں ہوں مجھ سے مباحثہ کیجئے اور اسی مضمون پر ایک نئے پہلو سے اخباری مناظرہ شروع کر دیا جو ۳۰ جون سنہ ۱۹۱۳ء سے ۷ اگست سنہ ۱۹۱۴ء تک مسافر آگرہ میں چھپتا رہا میں نے خدا کے فضل سے آریوں کے اس دعوے کی کہ اسلامی خدا مجسم ہے پوری پوری تردید کی اور بے شمار حوالوں اور خود سوامی دیانند کے وید بھاشیہ (تفسیر وید) کی عبارتوں سے پوری طرح ثابت کر دیا کہ آریوں کا ایشور ساکار یعنی مجسم ہے۔ اس مناظرہ میں مسافر نے نہایت کجروی اختیار کی میری تحریرات میں خطرناک تحریف کی بعض مضامین کو چھاپا ہی نہیں۔ اور سوال از آسمان و جواب از ریسمان کا عجیب نظارہ پبلک کو دکھایا۔ آخر مسافر گم کردہ منزل ہمت ہار بیٹھا اور ایسا بیٹھا کہ پھر نہ اٹھا۔ میں دسمبر سنہ ۱۹۱۳ء کے آخر میں آگرہ پہنچا تو باوجود ملاقات کا تحریری وعدہ کر لینے کے مجھ سے ملاقات نہ کی۔ اس طرح پنڈت تارادت پر بھی حجت تمام ہوئی۔ اُن کے بڑے بھائی ڈاکٹر پنڈت لکشمی دت تو پہلے ہی لاجواب ہو چکے تھے اور ان جوانوں کے بوڑھے باپ پنڈت بھوجدت جی

۱۱ مئی ۱۹۱۳ء کی ملاقات میں مجھ سے صاف کہہ چکے ہیں کہ ہم شیعوں سے بحث نہیں کرتے۔ قصہ مختصر مسافر کے تینوں ایڈیٹروں کو باری باری لاجواب اور خاموش ہونا پڑا۔ سچ ہے اَلْحَقُّ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی
میں نے اس مناظرہ کا نام جدال احسن رکھا ہے اگر تمام تحریرات متعلقہ طبع کیجائیں تو دو تین ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔

۷۲۔ آریہ مناظر کا وعدہ کرکے مناظرہ سے ہٹ جانا

اسی زمانہ کے قریب آریہ مسافر کے ایڈیٹر سے سلسلۂ خط و کتابت جاری ہوا اور انھوں نے میری تحریروں کو مع اپنے جواب کے بڑے شوق سے اپنے رسالہ میں شائع کرنیکا تحریری وعدہ کئی مرتبہ کیا مگر وعدہ خلافی کی اور خاموش ہو بیٹھے۔

۷۳۔ آریوں کے قلم کی زباں بندی

المختصر جن جن آریوں نے وادیٔ تحریر میں قدم رکھا آریہ مسافر کی طرح چند قدم چلکر ہمت ہار بیٹھے۔ ایک نونہال لالہ نے میری کتاب سوامی دیانند اور ان کی تعلیم پر خامہ فرسائی کی تھی مگر کتاب کے ایک ہزار مطالب میں سے کسی کا جواب نہ دیا۔ چند باتوں کے متعلق بے معنی دفع الوقتی سے کام لیکر بہت سی غیر متعلق بحثوں (مثلاً شرر اور چکبست کی شاعرانہ بحث۔ اردو اور ہندی کا جھگڑا وغیرہ باتوں) سے اپنی کتاب کو پُر کر دیا۔ جن کو میری کتاب کے جواب سے ذرہ بھر بھی تعلق نہیں اور حسب عادت سوال از آسمان و جواب از ریسمان کا عجیب و غریب نظارہ دکھایا۔ اس کے بعد میرے ساتھ فضول خط و کتابت کا سلسلہ جاری کیا اور یہاں بھی وہی نظارہ نظر آیا اور تقریباً ایک ہزار مطالب کے جواب سے قطعی چشم پوشی کی۔ فریقین کی خط و کتابت کو فریقین کے نصف نصف خرچ سے چھپوانے کا پختہ اور تحریری وعدہ کرکے اس سے منحرف ہو گئے ایفائے وعدہ کا تقاضا کیا تو یہ جواب ملا کہ آئندہ ہرگز کوئی تحریر نہ بھیجی جائے۔ سبحان اللہ ؎

آنہمہ نامہ نوشتیم و جوابے نہ نوشت ؛ گوئیا عذر لسان قلم او کردیم۔

دوسری بدعہدی یہ کی کہ فریقین کی تحریرات کو نہایت ناقص طور پر خود چھپوایا بوڑھے مسافر کی طرح اس نونہال نے بھی میری تحریرات میں شرمناک تحریف کی اور اکثر تحریرات کو بالکل چھاپا ہی نہیں۔

سخت حیرت ہے کہ باوجود ایسی نمایاں کمزوریوں کے ان نونہالوں کو مناظرہ کا نام بدنام کرنے کی ہمت کسطرح ہوتی ہے؟ اپنے کہنہ مشق اور باران دیدہ تجربہ کار مناظروں کی حالت پر نظر کرکے یہ نوآموز ناتجربہ کار نونہال آریہ عبرت کیوں نہیں حاصل کرتے؟

۷۴۔ احتجاج بر آریہ سماج

۱۹۰۸ء سے اس وقت تک جو کچھ میں نے آریہ سماج کے متعلق لکھا اور جمع کیا ہے اگر اس کو شائع کیا جائے تو پانچ چھ ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔ اس سلسلہ کا نام احتجاج بر آریہ سماج تجویز کیا گیا ہے۔

۷۵۔ ایک دہریہ سے مناظرہ اور اسکا اچھا نتیجہ

۱۹۱۲ء میں مسٹر محمد ظریف ایم۔ اے (سابق پروفیسر علی گڑھ کالج) نے اپنی کتاب اسلام اور عقلیت میں اصول و عقائد اسلام کا مضحکہ اڑایا اور مادیت و دہریت کی تائید میں خامہ فرسائی کی۔ خاکسار نے مولانا حالی کے حکم سے اسکا جواب لکھا اور تنقید لطیف بر خیالات ظریف کے نام سے اول اخبار وطن لاہور میں اور بعد ازاں کتابی صورت میں شائع کیا۔ مسٹر ظریف نے اس کا مختصر سا جواب لکھنے کا تحریری وعدہ کیا۔ مگر نہ لکھ سکے اور مجھے یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ وہ میری کتاب کے مطالعہ کے بعد اپنے خیالات سے دست بردار ہو گئے تھے۔

۷۶۔ ایک مسیحی کے تین اہم سوالات کا فیصلہ کن جواب

۱۹۲۷ء میں ایک مسیحی ماسٹر صاحب کے تین سوال شفاعت، عصمت اور موازنۂ اخلاق محمدی و عیسوی کے متعلق انبالہ سے میرے پاس بمبئی بھیجے گئے اور یہ اطلاع دی گئی کہ ماسٹر صاحب اسلام کی طرف بہت مائل ہیں اگر ان سوالات کا جواب قرآن سے ملجائے تو وہ مسلمان ہو جائیں گے۔ میں نے

قرآن، عقل۔ اور بائبل تینوں سے تین مقالات میں اُنکا جواب دیا
اور رجسٹری کرا کر بھجوایا۔ یاددہانیاں بھی ہوئیں مگر ماسٹر صاحب
آج تک خاموش ہیں۔ اور ع اُنکا وعدہ آجتک شرمندۂ ایفا نہیں

۷۷۔ حامیان ابن سعود پر اتمام حجت اخبار انقلاب لاہور میں حضرت عنایت اللہ
(علامہ مشرقی) کے ادارہ جماعت خاکساران (واقع اچھرا ضلع لاہور)
کی طرف سے ایک مضمون شائع ہوا جس میں سلطان ابن سعود کے
مظالم پر خاک ڈالکر اس کو مفلس اور بیگناہ ثابت کرنے کی کوشش
کی گئی ہے اور مسلمانوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ بتعداد کثیر حج کو جائیں
تاکہ سلطان کا افلاس دور ہو وغیرہ وغیرہ۔ میں نے اس کے جواب
میں ایک طولانی مضمون لکھا جسکا عنوان ہے "حجاج کی روزافزوں کمی اور
سلطان حجاز کی حکمت عملی" یہ مضمون الامان دہلی کے تین نمبروں میں
دسمبر ۱۹۳۵ء کے آخر میں شائع ہوا ہے جس کے دلائل اور واقعات کی
کوئی تردید نہیں کی گئی۔ اور یوں حامیان ابن سعود پر حجت تمام ہوئی
میرے سفر نامہ حج میں سعودیوں اور نجدیوں کے حالات مفصل موجود ہیں

۷۸۔ عجیب و غریب مناظروں کا سلسلہ ۱۹۲۱ء میں ایک صاحب نے لکھنؤ میں خواہ مخواہ
میرے ساتھ نئے قسم کے مناظروں کا سلسلہ چھیڑا جسکا وہم وگمان بھی نہ تھا
جس کی مختصر کیفیت یہ ہے۔

(۱) انعامی چیلنج مرزا کبیر الدین احمد صاحب ریلوے گارڈ (احمدی مبلغ لکھنؤ) نے مجھے پیغام بھجوایا
کہ آپ وفات مسیح کا فتویٰ دیدیں تو آپ کو پچاس روپیہ دیئے
جائیں گے میں نے انکار کیا اور کہلا بھیجا کہ یہ میرا عقیدہ نہیں اور نہ
قرآن سے ثابت ہے انھوں نے فوراً ہی ۱۶ مارچ ۱۹۲۱ء کو
میرے پاس تحریری چیلنج اس مضمون کا بھیجا کہ اگر آپ ایک جلسہ
عام میں قرآن سے حیات مسیح ثابت کردیں تو آپ کو جلسہ میں
سو روپیہ بطور شکریہ دیئے جائیں گے۔

(۲) تین تقریری مناظرے المنتظر مشن ہال گنیش گنج لکھنؤ
میں بصدارت پادری جوالا سنگھ و مولوی عصمت اللہ صاحب
تین دن مناظرہ ہوا خاکسار نے بفضلہ تعالیٰ اپنا مدعا
قرآن مجید سے ثابت کیا اور آخری دن بھرے جلسہ میں سو
روپیہ کا مطالبہ کیا اور یہ بھی کہا کہ اگر میرے دلائل سے آپ کا
اطمینان نہ ہوا ہو تو ابھی کہدیجئے مگر مرزا صاحب اتنا کہکر کہ "کل
میرے مکان پر آپ کی دعوت ہے" بالکل خاموش ہوگئے۔

(۳) تحریری مناظرہ کا سلسلہ اس کے بعد انھوں نے خواہ مخواہ بلاضرورت
تحریری مناظرہ کا سلسلہ چھیڑ دیا اور کئی مہینے تک بیکار بحثوں میں
مجھ کو اُلجھایا مگر میری ساتویں تحریر کے بعد خاموش ہو بیٹھے۔
میں نے اُسی زمانہ میں روداد مناظرہ کے متعلق دو رسالے "تحریر
حقانی بجواب کبیر قادیانی حصہ اول و دوم" چھپوا کر بھیجے تو اُنکے
کسی واقعہ کی بھی تردید نہ کرسکے

(۴) انکشاف راز کبیر مرزا کبیر الدین صاحب معاونہ دیگر وفات مسیح کے متعلق
چند فتوے حاصل کر کے چھپوا چکے ہیں اور مجھے ایک فتوے
کے عوض میں سو روپیہ تک دینے کو تیار ہوگئے تھے۔ میں نے
ایک خط میں اُن کی اس حرکت پر ملامت کی جسکو انھوں نے
اخبار فاروق قادیان مورخہ ۳ جون ۱۹۲۱ء میں اپنے نام نہاد
جوابی نوٹ کے ساتھ چھپوا تو دیا مگر اس سچے واقعہ کی کوئی تردید
نہ کرسکے جس سے اُن کی خفیہ کارروائی کا حال کھل گیا
چنانچہ قادیان سے اُن کو سخت تنبیہ کی گئی کیونکہ اُنکی ناعاقبت
اندیشی سے راز کبیر افشا ہوگیا۔

باب ہفتم خدمات کی قدر

تو بندگی چو گدایان بشرط مزد مکن ÷ کہ دوست خود روش بندہ پروری داند

۷۹۔ تعلیمی خدمات میں نے سینتالیس سال تک

تعلیمی کام کو جس محنت اور دیانت سے انجام دیا۔ خدا کی مہربانی سے ہر جگہ اُسکی قدر ہوئی۔ اُردو نوشت و خواند میں آسانی پیدا کرنے کے لئے جو نئی قسم کے باتصویر چارٹ میں نے بزمانہ قیام بمبئی مرتب کئے تھے۔ اگرچہ ابتک چھپے نہیں مگر بڑے بڑے ماہرین تعلیم خصوصاً سر سید راس مسعود (بالقابہ) ان کو پسند کر چکے ہیں۔ اگر انکے مطابق تعلیم دیجائے تو امید ہے کہ بچوں کی تعلیم میں دو سال کی کفایت ہو جائے۔ اور تعلیم یقیناً موثر اور دلکش ہو گی۔

ریاست حیدرآباد دکن کے قایم مقام ڈائرکٹر اور نظام کالج کے پرنسپل مسٹر ای اے سیٹن (E.A. SEATON) صاحب بی اے نے میرے انسپکٹری کے کام کے متعلق لکھا تھا کہ اگر میں ڈائرکٹر ہوتا تو مسٹر غلام الحسنین سے بہتر کسی انسپکٹر کی خواہش نہیں کر سکتا تھا۔ If I were a Director I could not desire a better Inspector than Mr. Ghulam-ul-Hasanain.

۸۔ علمی خدمات

اسی طرح خاکسار کی علمی خدمات کو مشاہیر علما نے بنظر استحسان دیکھا چند تحریرات کے اقتباسات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) مولنا شبلی اور دیگر علما کی رائے

مولنا شبلی نعمانی نے ترجمہ ایجوکیشن کے متعلق یہ لکھا تھا:۔

"یہ کتاب مشہور فلاسفر ہربرٹ سپنسر کی تصنیف ہے جسکا موضوع تعلیم ہے یہ کتاب اس رتبہ کی ہے کہ اگر انجمن ترقی اُردو کی طرف سے صرف یہی ایک کتاب ترجمہ ہو کر شائع ہوتی تو انجمن مبارکباد کی مستحق تھی چونکہ یہ کتاب معرکۃ الآرا کتاب تھی اس لئے اس کے ترجمہ میں نہایت احتیاط سے کام لیا گیا۔ ترجمہ کا عام اشتہار دیا گیا اور ہندوستان کے مختلف حصوں سے پانچ ترجمے آئے۔ یہ تمام ترجمے شمس العلماء ڈاکٹر مولوی نذیر احمد صاحب خان بہادر شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب۔ شیخ (حال ڈاکٹر سر) محمد اقبال صاحب ایم۔ اے مسٹر آرنلڈ صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور اور دیگر ممبروں کے پاس اظہار رائے کے لئے بھیجے گئے باتفاق آرا مولوی غلام الحسنین پانی پتی کا ترجمہ پسند کیا گیا"۔ (انجمن ترقی اُردو کی رپورٹ بابت سنہ ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۲)

(۲) ڈاکٹر سر محمد اقبال کی رائے

ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب ایم۔ اے کی ایک انگریزی چٹھی جو کتاب مذکور کے متعلق میرے نام آئی تھی اُس کے چند جملوں کا ترجمہ یہ ہے:۔
"آپ کے ترجمہ کی بے تکلف روانی بالکل حیرت انگیز ہے۔ اگر ہربرٹ سپنسر ہندوستانی ہوتا تو وہ بھی (اُردو میں) اس سے بہتر طرز تحریر اختیار نہ کر سکتا"۔

(۳) مولانا ذکاء اللہ کی رائے

"مولانا ذکاء اللہ صاحب دہلوی کے ریویو کا ایک جملہ یہ ہے:
غرض مترجم نے اپنی قابلیت اور لیاقت کو سب طرح سے ثابت کیا ہے یہ اس کتاب کی خوش نصیبی تھی کہ اس کے لئے مترجم ایسا لائق اور قابل ملا"۔

(۴) ڈاکٹر سر سید راس مسعود کی رائے

ڈاکٹر سر سید راس مسعود صاحب نے بحیثیت وزیر تعلیم پنجاب کو بتاریخ ۱۵ مارچ سنہ ۱۹۳۲ء جو چٹھی لکھی تھی اُس میں میرے متعلق بھی چند جملے تھے جن کا ترجمہ یہ ہے:۔
"حالی مسلم ہائی سکول کے ہیڈ السنہ مشرقیہ کے معلم اول مولوی خواجہ غلام الحسنین جیسا نہ صرف ایک عمر رسیدہ شریف انسان ہیں جنکی علمی شہرت تمام ہندوستان میں ہے اور جن کے علم اور قابلیت کی وجہ سے سب انکا احترام کرتے ہیں۔ بلکہ وہ ایک ٹرینڈ اور سند یافتہ استاد بھی ہیں اور معلمی اور انسپکٹری کے مختلف کاموں کا دیرینہ اور وسیع تجربہ بھی رکھتے ہیں"

۹۔ مذہبی و تبلیغی خدمات

مذہبی اور تبلیغی خدمات کے متعلق عراق اور ہندوستان کے مشہور و معروف علما و مجتہدین اور بعض انگریز فاضلوں نے بھی قابل قدر رائیں ظاہر کی ہیں۔

(۱) دو انگریز عالموں کی رائیں

اسلام و توحید (بزبان انگریزی) Islam and the Divine Unity کی نسبت فاضل لارڈ ہیڈلے اور مسٹر مارما ڈیوک پکتھال نے بھی بہت عمدہ رائیں لکھی تھیں پکتھال صاحب کی اصل انگریزی تحریر کا عکس مع ترجمہ ضمیمہ میں ملاحظہ فرمایا جائے۔

(۲) علما و مجتہدین عراق کی عطا کردہ اسناد

جن علما و مجتہدین عراق سے

سلہ ۲۷ مارچ سنہ ۱۹۳۷ء کو مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی گولڈن جوبلی کے جلسہ میں بھی ماہرین تعلیم ان چارٹوں کو پسند اور منظور کر چکے ہیں۔ (مدیر)

ان کو خصوصیت کے ساتھ شرف نیاز حاصل ہوا۔ انکے اسماء گرامی یہ ہیں
آقائے سید ابوالحسن الموسوی الاصفہانی۔ آقا شیخ علی الشیخ صاحب
جواہر الکلام۔ آقا شیخ احمد آل کاشف الغطاء۔ آقا عبداللہ المامقانی
آقا محمد الحسینی الیزدی الفیروز آبادی۔ آقا ضیاء الدین بن محمد العراقی
آقا شیخ محمد امین الکاظمینی۔ آقا سید محمد علی بن حسین الحسینی الشہرستانی
ہبتہ الدین۔ آقا السید حسن صدر الدین الکاظمی۔ ان حضرات سے
سال بھر تک بارہا شرف ملاقات حاصل ہوا۔ دینی و تبلیغی امور پر
گفتگو کے بہت سے مواقع حاصل ہوئے اور میری علمی مذہبی تصنیفات
کو بھی انھوں نے ملاحظہ فرمایا میرے خطبوں اور لکچروں کے متعلق بھی
معلومات حاصل کی اور بوقت رخصت اجازات و اسناد عطا فرماکر
ایک شیعہ نمائندہ کی حیثیت سے خاکسار کی مذہبی و تبلیغی خدمات
کی قدر فرمائی آقائے شہرستانی اور آقائے کاظمی کی عربی تحریرات کا عکس
ضمیمہ میں تبرکاً درج کیا گیا اور اُن کا ترجمہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

(۳) ترجمہ اجازہ آقائے شہرستانی

حضرت قبلہ آقائے شہرستانی کی تحریر کا
ترجمہ یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حمد ہے اللہ تعالیٰ کے لئے جو
حمد کا حق ہے اور درود و سلام سردار انبیاء حضرت محمد مصطفےٰ اور آپ کی آل اطہار
پر جو آپ کے بعد امام ہیں۔ حمد و نعت کے بعد خداوند سبحانہ تعالیٰ
کے احسانات میں سے ایک احسان مجھ پر یہ ہے کہ میں ۱۳۴۰ھ میں حضرت
عالم فاضل مہذب کامل کی ملاقات سے بہرہ یاب ہوا جو اپنے قلم کی
جودت اور اپنی معلومات کی وسعت کی وجہ سے ممتاز ہیں اور اپنی تالیفات
و تحریرات کے ذریعہ سے مرکز دین و مذہب کی نصرت و حمایت کرنیوالے
اور اپنی تقریرات و خطبات (اسپیچوں اور لکچروں) کے ذریعہ سے کفار و مخالفین
کے حملوں کو مٹانے والے ہیں (وہ کون ؟) میرے قلب کے سرور اور
آنکھوں کے نور جناب مولوی خواجہ غلام الحسنین۔ اللہ تعالیٰ انکی کوششوں
کو قبول فرمائے اور اپنی خوشنودی و رضامندی کی توفیق انکو عطا فرمائے
اور انکے حال کو مستقبل میں ماضی سے زیادہ بہتر بنائے خواجہ صاحب
کی ملاقات سے ہمکو خوشی حاصل ہوئی جبکہ عند الملاقات ہمکو معلوم ہوا کہ
خدمات اسلامیہ میں سب سے آگے رہنے والے بہادر دلیر ہیں۔ فاضل
بلند ہمت ہیں میدان مباحثہ و مناظرہ میں شیر ہیں۔ درحقیقت
حق تو یہ ہے کہ وہ حمایت حق اور مخالفین کے حملوں کو دفع کرنیکے
مستحق ہیں اور ہمارے برادران ایمانی کیلئے سزاوار ہے کہ اُن کے
وجود کو (خدا تعالیٰ انکی تائید کرے) دین کی حفاظت اور ملحدین سے
ردوقدح و مقابلہ کرنے کے لئے غنیمت سمجھیں اور انکے مقالات و
مضامین کی اشاعت انکی تصنیفات و تالیفات کی طباعت انکے خطبات
(لکچروں) کی سماعت اور انکی کتابوں کے حاصل کرنے۔ انکے نیک
ارادوں میں اعانت کرنے۔ انکی نصیحتوں کے قبول کرنے انکے محکم
اور مدلل وعظوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے کوشش اور اہتمام کریں
کیونکہ عالم باعمل بہترین درخت باثمر ہے۔ جو ہر وقت اپنا پھل دیتا
ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنیوالوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا
اور ہمارے تمام برادران ایمانی پر ہمارا اسلام ہو۔ منجانب خادم علم و دین محمد علی
بن حسین الحسینی الشہرستانی ہبتہ الدین۔ ۵ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ

(۴) ترجمہ اجازہ آقائے کاظمی

حضرت آقائے قبلہ سید حسن صدر الدین کاظمی نے خاکسار کی خدمات کے متعلق
جو الفاظ تحریر فرمائے ہیں اُن کا ترجمہ یہ ہے :-
بسم اللہ الرحمن الرحیم ہاں بیشک وہ (یعنی خواجہ غلام الحسنین اللہ تعالیٰ
ہمیشہ انکی تائید کرے) ضرور ایسے ہیں (جیسا کہ آقا سید ہبتہ الدین نے لکھا
ہے) اور اُس سے بھی بالاتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن جیسے بہت سے آدمی پیدا کرے
اور اُن کی توفیق و تائید کو زیادہ کرے۔ تحریر خادم شرع سید حسن
صدر الدین کاظمی ۹ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ

(۵) علماء و مجتہدین لکھنؤ کی تحریرات

حضرت صدر المحققین مولانا آقا سید ناصر حسین صاحب قبلہ
کی تقریظ اور حضرت مولانا آقا سید نجم الحسن صاحب قبلہ کے خط کا عکس
بھی ضمیمہ میں بطور تبرک درج کیا گیا ہے جن میں میری عام اسلامی تبلیغی
اور شیعہ نمائندگی کا ذکر ہے۔

خاتمہ

۸۲۔ راقم کی دعا

اب میری دعا یہ ہے کہ خداوند غفار بحرمتہ النبی

هبة الدين

الحسینی

وزیر المعارف العراقیه

بغداد

عکس اجازه عطا کرده حضرت حجة الاسلام آقا سید هبة الدین صاحب قبله شهرستانی وزیر معارف عراق

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نعم انه دام تائیده لکذلک و فوق ذلک کثر اللہ امثاله و زاد فی توفیقه و تائیده
حرره خادم الشرع السید صدر الدین الکاظمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ حق حمده والصلوٰة والسلام علی سید الانبیاء محمد وآله الائمة من بعده
وبعد فمن من اللہ سبحانه علی حظوای فی سنة ۱۳۴۰ بلقیا حضرة العالم الفاضل
المهذب الکامل الممتاز بجودة یراعه وسعة اطلاعه حامی بیضة الدین والملة
بما الف وکتب ماحی بیضة الکفار والمخالفین بما قرره وخطب سرور قلبی
ونور العین جناب المولوی غلام الحسنین شکر اللہ مساعیه ووفقه لمراضیه
واحسن حاله فی مستقبله اکثر من ماضیه سرنا لقیاه اذ لقینا به بطلا مقداما
وفاضلا هماما ومجادلا ضرغاما فالحق والحق انه حقیق للدفاع عن الحق
ویحق لاخواننا المومنین ان یغتنموا وجوده دام اللہ لمحافظة الدین
ومکافحة الملحدین وان یهتموا لنشر مقالاته وطبع مولفاته واستماع
خطبه واقتناء کتبه ومساعدته فی منویاته الحسنه وقبول نصائحه
ومواعظه المتقنه فان العالم العامل خیر شجرة مثمرة تؤتی اکلها کل حین
وان اللہ تعالی لا یضیع اجر المحسنین والسلام علی کافة اخواننا المومنین

من خادم العلم والدین
محمد علی بن حسین الحسینی الشهرستانی
هبة الدین

۲۵ ربیع المولود سنة ۱۳۴۱

عکس تحریر حضرت حجۃ الاسلام آقا سید ناصر حسین صاحب قبلہ مجتہد لکھنؤ

باسمہ سبحانہ

جناب زینت الافاضل ملاذ الاسلام عمدۃ الاماثل الکرام دامت معالیکم العالیہ

بعد تسلیمات مشتملات صد تحیات مترادفات گذارش ہے کہ عنایت نامہ سبب کمال امتنان ہوا اپکی تصنیف جدید (سوانح دیانند اور انکی تعلیم) مجھکو ملی اس عطیہ عالیہ کا شکریہ صمیم قلب سے ادا کرتا ہوں جناب والا کی تصانیف سے مجھکو جسقدر دلچسپی ہے معرض بیان میں نہیں آسکتی ہے میں اپکی ہر تصنیف کو نہایت شوق سے مطالعہ کرتا ہوں اور بیحد محظوظ ہوتا ہوں اگرچہ اپکی ہر تصنیف نہایت قابل قدر ہے لیکن یہ تصنیف سب تصنیفوں سے ممتاز اور اہل اسلام کیلئے مایہ ناز ہے خداوند عالم سے دعا ہے کہ آپ ہمیشہ مؤید و مسدد رہیں اور تائید اسلام میں علی الدوام اپکو کامیابی تام نصیب ہو والسلام خیر ختام

ناصر عفی عنہ

یکم ربیع الاول سنہ ۵۳ھ

عکس خط حضرت حجۃ الاسلام آقا سید نجم الحسن صاحب قبلہ مجتہد لکھنؤ

فضائل مآب عمدۃ الاحباب جناب مولوی حاجی خواجہ غلام الحسنین صاحب دام مکارمہم

بعد سلام با اکرام التماس ہے کہ خدا کے فضل و کرم سے امید ہے کہ آپکا مزاج بخیر ہوگا
آپکو معلوم ہوگا کہ اسی ماہ مئی کی بائیسویں تاریخ کو لکھنؤ میں اچھوت قوم کی
طرف سے مذاہب کی کانفرنس ہونیوالی ہے اور سنا گیا ہے کہ ممالک خارجہ سے بھی کچھ
لوگ آئینگے اور ملک کی جمعیت بھی زیادہ ہوگی مسلمانوں سے بھی نمائندے طلب کئے
گئے ہیں - اور یہاں تجویز یہ ہوئی ہے کہ ایک نمائندہ شیعہ مذہب کی طرف سے بھی
شریک کیا جاوے کیونکہ لکھنؤ شیعوں کا صدر مقام ہے لہذا ضرورت ہے کہ شیعہ
مذہب کا نمائندہ ایسا شخص ہو جو ہندوؤں کے مختلف طبقات کے حالات سے
باخبر ہو اور اسلام کے حالات سے بھی بخوبی واقف ہو اور انگریزی بھی جانتا ہو
اور عمدہ پیرایہ سے مؤثر لہجہ میں اسلام کو شیعی نقطۂ نظر سے پیش کر سکتا ہو اور اچھوت
قوم کے مطالبات کو پیش نظر رکھکر اسلام کی دعوت دے سکتا ہو - آج کی مجلس مشاورۃ
میں یہ طے پایا ہے کہ یہ کام آپ سے بہتر اور کوئی نہیں کر سکتا لہذا آپ یہاں تشریف لاکر

عکس خط فاضل باکمال مسٹر مارماڈیوک پکتھال صاحب مرحوم

Hyderabad,
Deccan
June 29th 1926

Dear Sir

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ

I have just finished reading "Islam and the Divine Unity" by Khwaja Ghulam ul-Hasanain, which you so kindly sent me. The book is a little gem, so clear and certain in its light of reasoning that anyone who loves lucidity must value it . . . .

Yours fraternally

M. Pickthall

(ترجمۂ خط)

حیدرآباد
دکن
۲۹ جون سنہ ۱۹۲۶ء

عزیز جناب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں نے کتاب "اسلام اینڈ دی ڈوائن یونٹی" (اسلام و توحید) مصنفہ خواجہ غلام الحسنین کو ابھی ابھی پڑھ کر ختم کیا ہے جو بڑی مہربانی سے آپ نے میرے پاس بھیجی تھی۔ کتاب (کیا ہے) ایک جواہر ریزہ ہے اور اپنے استدلال کی روشنی میں ایسی صاف وصریح اور یقینی ہے کہ جو شخص صفائی بیان کو پسند کرتا ہے وہ ضرور بالضرور اس کی قدر کرے گا × × × × ×

آپ کا بھائی ایم۔ پکتھال

نوٹ۔ یہ خط مسٹر پکتھال نے سید فدا حسین صاحب کو لکھا تھا۔ جو اُسوقت حیدرآباد دکن میں پولیس آفیسر (غالباً ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ) تھے۔ یہ عکس خط کے صرف اُس حصہ کا ہے جس کا تعلق کتاب کے ریویو سے ہے۔ باقی حصہ کے عکس کی ضرورت نہیں تھی۔

بقیہ فہرست مضامین

فاضل پانی پتی کا بے مثل کارنامہ

قیمت دو روپیہ
تعداد صفحات ۲۴۴

بیسویں صدی مسیحی اور چودھویں صدی ہجری کا نایاب تحفہ

سوامی دیانند اور اُن کی تعلیم

کتاب ہی اور خوبی مضامین اور کتابت، طباعت اور طرز تحریر کی خصوصیتوں کے لحاظ سے بھی بے مثل ہے۔

قانہ انداز میں لکھی گئی ہے۔ طرز بیان صاف، سلیس، معقول اور مہذب ہے جس کو تمام مسلم اور غیر مسلم جماعتوں نے بالاتفاق تسلیم کیا
سماجوں نے اِس کتاب کے دلائل اور واقعات کو لاجواب اور ناقابلِ تردید سمجھ کر متفقہ پروپیگنڈا کیا، اور اُس کو بیہودہ اور گندی کتاب
نے پر فوجداری مقدمہ چلانے کے لئے گورنمنٹ پر بجید زور ڈالا مگر ان کا بیان سرتاپا غلط تھا، اِس لئے ناکامیاب رہے۔

اور سیاسی حالات سے باخبر رہنے کے لئے ضروری ہے کہ یہ کتاب ضرور پڑھی جائے۔ عیسائی مشن نے اپنے منادوں اور مناظرہ
پدیشکوں وغیرہ کے لئے اِس کی بہت سی کاپیاں خریدیں۔ اسلامی انجمنوں کو بھی اپنے واعظین کے لئے اس کتاب کی جلدیں فوراً
لیں شاید نہ مل سکیں۔

مشہور و معروف پادری ریویرنڈ حبیب صاحب نے اِس کتاب کے متعلق لکھا تھا کہ جب سے آریہ تحریک ہندوستان میں جاری
اِس وقت تک ایسی معقول، مُدلّل اور مُہذب کتاب اُردو زبان میں نہیں لکھی گئی۔

حب گوبل رئیس اعظم تلبت گڈھ اور پنڈت راج نرائن (بالقابہ) جیسے مانے ہوئے سناتن دھرمی لیڈر دو اور فاضلوں
تعریف لکھی ہے۔

ایک عالم جلیل القدر کی رائے

حضرت صدر المحققین مولانا آقا سید ناصر حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر کے خط کی نقل تبرکاً درج کیجاتی ہے جو جناب ممدوح نے خواجہ غلام الحسنین
کو لکھا تھا۔

لا فاضل الاعلام عمدۃ الاماثل الفخام دامت برکاتکم العالیہ۔ بعد تسلیمات متکاثرہ و تحیات متواترہ گذارش ہے کہ عنایت نامہ سبب کمال امتنان ہوا۔ آپکی تصنیف جدید
ملی اس عطیہ عالیہ کا شکریہ صمیم قلب سے ادا کرتا ہوں جناب والا کی تصانیف سے مجھے جسقدر دلچسپی ہے وہ معرض بیان میں نہیں آسکتی ہے میں آپکی ہر
مطالعہ کرتا ہوں اور بیحد محظوظ ہوتا ہوں اگرچہ آپکی ہر تصنیف نہایت قابلِ قدر ہے لیکن یہ تصنیف سب تصنیفوں سے ممتاز اور اہل اسلام کے لئے مایہ ناز
ہمیشہ موید و مسدد رہیں اور تائید اسلام میں علی الدوام آپکو کامیابی تام نصیب ہو۔ والسلام خیر ختام۔ ناصر حسین عفی عنہ بقلمہ یکم ربیع الاول ۱۳۶۱ھ

خریداری . . . کی . . . صورت . . . میں . . . خاص . . . رعایت . . . کی جائے گی۔

پتہ:- منیجر حالی پبلشنگ ہاؤس (کتاب گھر) حوض قاضی دہلی

سرور قی لطیفی پریس دہلی میں طبع ہوا